اگست 2007

اس ناول میں شامل ہے ایڈونچر ٹائمز اسکول میگزین کا شمارہ نمبر 16 بالکل مفت

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز

بند کمرے میں لاش

ناول نمبر 749

اشتیاق احمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید کے کارنامے

بند کمرے میں لاش

اشتیاق احمد

اٹلانٹس پبلکیشنز

تفریح بھی ، تربیت بھی

اٹلانٹس پبلکیشنز صحت مند، اصلاحی اور دلچسپ کہانیوں اور ناولوں کی کم قیمت اشاعت کے ذریعے ہر عمر کے لوگوں میں مطالعے اور کتب بینی کے فروغ کیلئے کوشاں ہے۔

ناول	بند کمرے میں لاش
نمبر	749
پبلشر	فاروق احمد
قیمت	40روپے

اطلاعِ عام

ناول حاصل کرنے اور ہر قسم کی خط و کتابت اور رابطے کیلئے مندرجہ ذیل پتے پر رابطہ کریں۔

ایک حدیث

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جب کوئی آدمی کسی دوسرے کو قرض دے تو اس سے ہدیہ قبول نہ کرے......ورنہ اس میں سود کا شائبہ ہو جائے گا۔“

☆☆☆

ناول پڑھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ:

☆ یہ وقت عبادت کا تو نہیں۔

☆ آپ کو اسکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا۔

☆ آپ نے کسی کو وقت تو دے نہیں رکھا۔

☆ آپ کے ذمے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔

اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ہو تو ناول الماری میں رکھ دیں، پہلے عبادت اور دوسرے کاموں سے فارغ ہو لیں، پھر ناول پڑھیں۔

اشتیاق احمد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ! بند کمرے میں لاش ایک خوفناک آدمی کی کہانی ہے... معاشرے میں یوں تو خوفناک آدمیوں کی کوئی کمی نہیں... لیکن وہ ذرا خاص قسم کا خوفناک آدمی تھا... آپ کو ناول پڑھتے وقت یہ احساس بخوبی ہوتا رہے گا...

اب رہ گئی آپ کے محبوب کرداروں کی بات... ان کے بارے میں آپ اچھی طرح جانتے ہیں... وہ بھی اور ہی قسم کے لوگ ہیں... بلکہ کہنا چاہیے، اپنی طرز کے ایک ہی ہیں... ان کا واسطہ جب کسی خوفناک آدمی سے پڑ جائے تو وہ بھی تو اڑ جاتے ہیں... ان حالات میں ناول کیا کیا رخ اختیار نہیں کرتا اور کیا کیا رنگ نہیں بدلتا، آپ اندازہ لگا ہی سکتے ہیں... پس اتنا کہ ناول گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا نظر نہیں آئے گا۔

لیجیے ناول بند کمرے میں لاش کی دو باتیں کہاں سے کہاں چلی گئیں...

اللہ مہربانی فرمائیں اور یہ جہاں کی ہیں، وہیں رہیں... بے مہار اونٹ کی طرح اِدھر اُدھر کا رخ نہ کریں...

اوہو... میں تو بات کر رہا تھا اس خوفناک آدمی کی... لیکن اب کیا فائدہ... وقت تو تیر سے نکلی کمان کی طرح ہاتھ سے نکل چکا ہے... میرا مطلب ہے صفحہ تو پورا ہو چکا ہے... اب گنجائش کہاں رہ گئی... خیر آیندہ سہی...

آخری ملاقات

شیخ اسرار نے اپنے دوست کے دروازے کی گھنٹی بجائی ہی تھی کہ دروازہ کھل گیا:

''آہا... شیخ اسرار... میں دراصل گھر سے باہر نکلنے والا تھا... اس لیے دروازے کے نزدیک ہی موجود تھا۔''

''کیا کہیں ضروری جانا ہے۔''

''نہیں بس یونہی... گھومنے چلا تھا... میں ڈرائنگ روم کا دروازہ کھولتا ہوں۔''

''شکریہ!'' شیخ اسرار نے کہا۔

پھر دونوں ڈرائنگ روم میں آبیٹھے... اس وقت شیخ اسرار نے کہا:

''کمرے کا اندرونی اور بیرونی دروازہ بند کر دو میرے دوست... میں بہت راز کی بات بتانے کے لیے آیا ہوں۔''

''اوہو... اچھا۔'' دوست نے قدرے حیران ہو کر کہا اور پھر اٹھ کر دروازے بند کر دیے۔

''ہاں! اب کہو...''

''کوئی مجھے قتل کرنے پر تلا ہے...''

''کیا کہا...'' دوست اچھل پڑا۔ اس کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

''میں اپنے قاتل کا نام تمہیں بتانے آیا ہوں... بلکہ ایک تحریر لکھ کر لایا ہوں... اگر مجھے قتل کر دیا جائے تو تم یہ تحریر کسی ذمے دار پولیس آفیسر کو دے دینا... کیونکہ۔''

''کیونکہ کیا؟'' دوست نے چونک کر پوچھا۔

''کیونکہ وہ بہت اثر رسوخ والا آدمی ہے... اگر میری تحریر کسی ایسے ویسے پولیس آفیسر کو دی گئی تو ہوسکتا ہے... وہ قاتل سے معاملہ طے کرلے۔''

''ہوں... لیکن بھئی... آخر تم کس بنیاد پر یہ بات کہتے ہو... اور اگر واقعی یہ بات ہے تو زندگی ہی میں پولیس کی خدمات کیوں حاصل نہیں کر لیتے۔''

''کوئی میری بات نہیں سنے گا... کیونکہ تم نہیں جانتے۔''

''میں نہیں جانتا... کیا نہیں جانتا میں۔''

''یہ کہ وہ کتنا بڑا آدمی ہے... کوئی پولیس آفیسر اس کے خلاف میری شکایت نہیں سنے گا... مجھے پولیس اسٹیشن سے دھکے دے کر نکال دیا جائے گا... ان حالات میں بھلا میں کیا کرسکتا ہوں... میں کس کے پاس جاسکتا ہوں۔''

''ایک شخص ایسا ہے۔'' دوست نے مسکرا کر کہا۔

''اور وہ کون؟''

''انسپکٹر جمشید۔''

''وہ بھی اس شخص کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکیں گے۔''

''ان سے مل لینے میں کیا حرج ہے... میرا مشورہ مانو... ان سے مل لو۔''

''اچھی بات ہے، میں کل ان سے ملاقات کرلوں گا... اب تو دن تمام ہو چکا ہے...''

''ٹھیک ہے... اب تم اس کا نام بتا دو... یعنی قاتل کا۔''

شیخ اسرار نے قاتل کا نام اسے بتا دیا... اس کا دوست نام سن کر بہت زور سے اچھلا... پھر اس کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا:

''تم نے بہت بڑی غلطی کی دوست۔''

''کیا مطلب؟'' شیخ اسرار چونکا۔

''اپنے ساتھ تم نے مجھے بھی خطرے میں ڈال دیا... اس کے شکاری کتے مجھ تک بہت آسانی سے پہنچ جائیں گے... افسوس! اب مجھے فوری طور پر یہاں سے غائب ہونا پڑے گا... تم اب یہاں اور زیادہ نہ ٹھہرو... بس جانے کی کرو... کیونکہ میں حد درجے خوف محسوس کر رہا ہوں۔''

''مجھے افسوس ہے... میں نے تمہیں پریشان کر دیا... مجھے نہیں معلوم تھا کہ اس بات کا بھی امکان ہے... یعنی میرے ساتھ تم بھی خطرے میں پڑ جاؤ گے... اچھا... میں چلتا ہوں... کل انسپکٹر جمشید صاحب سے ملوں گا۔''

''لیکن مہربانی فرما کر اب تم مجھ سے کسی بھی قسم کا رابطہ نہ رکھنا

... مجھ سے ملاقات کی کوشش نہ کرنا اور نہ فون کرنا۔''

''اچھی بات ہے... تم بے فکر رہو، مجھ سے پہلے ہی غلطی ہو چکی ہے... اب میں مزید غلطی نہیں کروں گا۔''

''شکریہ... جانے سے پہلے گلے مل لو... معلوم نہیں... پھر ہم ملیں یا یہ ہماری آخری ملاقات ہو۔'' دوست نے کہا۔

''ٹھیک کہتے ہو... آؤ۔''

دونوں گلے ملے... ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے... پھر شیخ اسرار وہاں سے نکل آیا... جلد ہی وہ ایک ٹیکسی میں اپنے گھر کا رخ کر رہا تھا... اور اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی برابر اس کا تعاقب کر رہا ہو... آخر وہ اپنے گھر پہنچ گیا...

وہ اس دنیا میں اکیلا تھا... اس کے ساتھ اس کے گھر میں کوئی بھی نہیں رہتا تھا... اندر داخل ہوتے ہی اس نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ پھر چھت پر آیا اور جھکے جھکے چاروں طرف نظریں دوڑائیں... دور دور تک ایسا کوئی شخص نظر نہ آیا جس کے بارے میں یہ گمان کیا جا سکتا کہ وہ اس کے گھر کی نگرانی کر رہا ہے... یہ دیکھ کر اس نے سکون کا سانس لیا... اور سونے کے لیے لیٹ گیا...

سردی کے دن تھے... اس نے کمرے کا دروازہ بھی اندر سے بند کر لیا اور لائٹ آف کر دی... لیکن نیند تو اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی... دل بہت تیز تیز دھڑک رہا تھا... دل کی دھڑکن اسے صاف سنائی دے رہی تھی...

پھر نہ جانے کب اس کی آنکھ لگ گئی۔

☆☆

ان کے فون کی گھنٹی بجی... انسپکٹر جمشید نے فوراً ریسیور اٹھا لیا... دوسری طرف سے کوئی گھبرائی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا:

''یہ انسپکٹر جمشید صاحب کا نمبر ہے نا جناب۔''

''جی ہاں... فرمائیے... خیر تو ہے، آپ بہت گھبرائے ہوئے ہیں۔''

''میرے پڑوسی ہیں شیخ اسرار... ہم دونوں ایک ہی دفتر میں کام کرتے ہیں... میں روزانہ انہیں اپنی موٹر سائیکل پر دفتر لے جاتا ہوں... وہ اس دنیا میں اکیلے ہیں... مجھے ان کا دروازہ پیٹتے ہوئے دس منٹ ہو گئے ہیں... لیکن اس نے دروازہ نہیں کھولا... جب کہ گھر کا دروازہ اندر سے بند ہے۔''

''ہوں... آپ نے تھانے کیوں فون نہیں کیا... اور کیوں مجھے کیا؟''

''تھانے فون کرتے ہوئے ڈر لگتا ہے... پہلے تو وہ مجھے ہی چھاپ لیں گے...''

انسپکٹر جمشید ہنس دیے... پھر بولے:

''اچھا اپنا پتا بتائیں... میں آ جاتا ہوں۔''

''جی اچھا... پتا نوٹ کر لیں... بھاٹی کالونی... مکان نمبر 133... میں دروازے پر ہی موجود ہوں۔''

''اچھی بات ہے... میں پندرہ منٹ تک پہنچ جاؤں گا۔''

فون بند کرتے ہی وہ باہر نکل آئے... اس وقت محمود، فاروق اور فرزانہ گھر میں نہیں تھے... وہ ایک دوست کے گھر گئے ہوئے تھے...

ان کی کار بھائی کالونی کی طرف اُڑی جا رہی تھی... جلد ہی وہ مکان نمبر 133 کے سامنے پہنچ گئے... ایک شخص ان کی طرف لپکا... اتنے میں وہ کار سے اتر چکے تھے:

''تو آپ ہیں... جنہوں نے فون کیا تھا۔''

''جی ہاں! یہ میرا مکان ہے اور یہ ہے شیخ اسرار کا۔''

''آپ کا نام۔''

''عرفان سعید۔''

اب انہوں نے دروازے کا جائزہ لیا... وہ زیادہ مضبوط نہیں تھا... انہوں نے پہلے تو تین بار دستک دی... پھر پیچھے ہٹ کر کندھے کی ٹکر دروازے کو رسید کی... دروازہ دوسری طرف جا گرا...

پڑوسی حیرت زدہ رہ گیا...

''آیئے میرے ساتھ۔''

اب دونوں اندر داخل ہوئے... پڑوسی کافی خوف زدہ تھا۔ یہ دیکھ کر انہوں نے کہا:

''گھبرایئے نہیں۔''

ان کے پیار بھرے لہجے نے اسے بہت حد تک پرسکون کر دیا... دروازے کے دوسری طرف ایک چھوٹا سا صحن نظر آیا... دائیں بائیں دو کمرے تھے۔ عرفان سعید نے اشارہ کرتے ہوئے کہا:

''شیخ اسرار کے سونے کا کمرہ یہ ہے۔''

وہ اس کمرے کے دروازے پر آئے... انہوں نے پہلے تو زوردار انداز میں تین بار دستک دی... پھر اس دروازے پر بھی ٹکر دے ماری... اس

دروازے کے قبضے اکھڑ گئے اور وہ کھل گیا... البتہ یہ دوسری طرف نہ گرا...

دوسرے ہی لمحے پڑوسی کے منہ سے ایک ہولناک چیخ نکل گئی... چھت سے لٹکی ہوئی ایک رسی کا پھندہ اسرار کے گلے میں تھا... اس کی لاش اس رسی سے لٹک رہی تھی... پیچھے ایک اسٹول اُلٹا پڑا تھا...

''افسوس! آپ کے پڑوسی نے خودکشی کر لی۔'' انسپکٹر جمشید نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

''نہیں... نہیں... یہ ناممکن ہے۔'' عرفان سعید نے چیخ کر کہا۔

''کیا ناممکن ہے۔''

''شیخ اسرار خودکشی نہیں کر سکتا... ناممکن... اس میں تو جینے کی امنگ کوٹ کوٹ کر بھری تھی... وہ تو اکثر کہا کرتا تھا... ابھی میری عمر ہی کیا ہے... ابھی تو میں بہت جیوں گا... کل صبح بھی تو ہم ساتھ ہی دفتر گئے تھے... اور یہ میرے ساتھ ہی دفتر سے گھر آیا تھا... جو شخص خودکشی کرنے پر تلا ہوا ہو... کیا وہ اس حد تک پرسکون نظر آ سکتا ہے۔''

''آپ کی باتوں میں وزن ہے... لیکن آپ خود کمرے کا منظر بھی تو دیکھیے... یہ بالکل صاف خودکشی کا کیس ہے... کمرے کا دروازہ اندر سے بند ملا ہے... میں نے خود آپ کے سامنے توڑا ہے۔ اس کمرے میں سامنے ایک کھڑکی ہے... اس میں سلاخیں لگی ہوئی ہیں... مطلب یہ کہ کوئی اس طرف سے بھی اندر نہیں آ سکتا تھا۔''

''آپ کچھ بھی کہہ لیں... شیخ اسرار خودکشی نہیں کر سکتا... اس میں ضرور کوئی چکر ہے...''

''کیا شیخ اسرار آپ کو خوف زدہ نظر آئے تھے۔''

''ہاں! لیکن اس بارے میں اس نے مجھ سے کچھ کہا نہیں... میں نے بھی کوئی خاص توجہ نہیں دی... لیکن اب میں یہ بات یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ خوف زدہ تھا۔''

''اچھا خیر... میں جائزہ لے لیتا ہوں... یہ اچھی بات ہے کہ ہم دونوں ابھی اس کمرے میں داخل نہیں ہوئے۔'' انہوں نے کہا۔

اس کے بعد انہوں نے کمرے کا بغور جائزہ شروع کیا۔ کمرے میں ایک طرف دیوار سے لگی ایک سیڑھی موجود تھی... یہ لوہے کے پائپ سے بنائی گئی سیڑھی تھی... اور چھت تک جا رہی تھی...

''دیکھیے! اس سیڑھی کے ذریعے پہلے رسی چھت میں لگے ہک سے باندھی گئی۔ پھر اس کے نچلے سرے پر پھندہ بنایا گیا... اس کے بعد انہوں نے سیڑھی دیوار سے لگا دی... اب انہوں نے یہ اسٹول پھندے کے نیچے رکھا... پھندہ گلے میں ڈالا اور پاؤں سے اسٹول کو ٹھوکر ماردی... اس طرح ان کا جسم اس سے جھول گیا... میں پھر کہتا ہوں... خودکشی کا کیس ہے۔''

''جی نہیں... شیخ اسرار خودکشی تو کر ہی نہیں سکتے تھے... ان کے خیالات میں روز سنتا رہا ہوں۔''

''خیر... آپ یہ بتائیں... یہ کام کیا کرتے تھے۔''

''ہم دونوں تارا ملز میں ملازم ہیں...''

''تارا ملز۔'' انسپکٹر جمشید نے الجھن کے عالم میں کہا۔

''جی ہاں! تارا مل اعظم تارا کے بیٹوں کی ہے...''

''یہ میں جانتا ہوں... کیا آپ دونوں کا براہ راست اعظم تارا

کے بیٹوں سے واسطہ پڑتا ہے۔''

''جی نہیں... ہم چھوٹے درجے کے ملازم ہیں... وہ بہت بڑے آدمی... ہم جیسوں سے تو وہ بات کرنا بھی گوارا نہیں کرتے۔''

''ہوں... ویسے یہ کس قسم کے لوگ ہیں۔''

''اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں... کیونکہ کبھی واسطہ جو نہیں پڑا... ویسے انداز اور اطوار سے وہ کافی مغرور اور سخت سے لوگ لگتے ہیں... ملازم انہیں پسند نہیں کرتے اور ان سے ڈرے ڈرے رہتے ہیں۔''

''ہوں خیر... پہلے ہم اس کمرے کا تفصیلی جائزہ لے لیں... ارے ہاں... اکرام کو تو فون کیا ہی نہیں... آخر اس کمرے میں ہمیں اپنی کارروائی تو کرنا ہوگی۔''

یہ کہہ کر انہوں نے اکرام کو ہدایات دیں... پھر کمرے کا بغور جائزہ لینے لگے... کمرے میں سیڑھی اور اسٹول کے علاوہ بیڈ بھی تھا جس پر شیخ اسرار سوتا تھا... انہوں نے دیکھا بستر کی چادر بہت بے ترتیب تھی... ایک طرف سے فرش پر ڈھلک آئی تھی... تکیہ بھی بستر کے درمیان میں پڑا تھا اور بالکل ٹیڑھا تھا...

پہلی بار انسپکٹر جمشید کو محسوس ہوا کہ شاید یہ کیس خودکشی کا نہیں ہے... اس خیال کے ساتھ ہی انہوں نے سوچا... تب پھر قاتل اندر کیسے داخل ہوا... اور واردات کر کے باہر کیسے نکلا... کمرے کا دروازہ تو انہیں اندر سے بند ملا تھا۔

اس سوال نے انہیں پریشان کر دیا... فی الحال وہ کمرے میں داخل نہیں ہونا چاہتے تھے... آخر اکرام اور اس کے ماتحت وہاں پہنچ

گئے... لٹکتی لاش کو دیکھ کر وہ دھک سے رہ گئے... پھر انہوں نے اپنا کام شروع کر دیا... ہر رخ سے ہر چیز کی تصاویر لی گئیں... فرش پر سے بھی نشانات لیے گئے... اور پھر اس رسی کو کاٹا گیا... اس طرح لاش کو فرش پر لٹا دیا گیا... اس وقت انسپکٹر جمشید اندر داخل ہوئے...

''سب سے پہلے یہ چیک کرو اکرام کہ فرش پر اسرار شیخ کے علاوہ کتنے آدمیوں کے نشانات ہیں۔'' انہوں نے کہا۔

''جی اچھا......''

اکرام کو ہدایت دینے کے بعد وہ اس کھڑکی کی طرف آئے۔ کھڑکی کو غور سے دیکھا... پھر اس کی سلاخوں کو چیک کیا... سلاخیں پوری طرح مضبوط تھیں... اور ان میں درمیانی فاصلہ صرف چند انچ کا تھا... مطلب یہ کہ اگر یہ واردات قتل کی تھی تو قاتل کے اندر داخل ہونے اور دروازہ کھولے بغیر باہر نکلنے کا قطعاً کوئی راستہ نہیں تھا... چنانچہ ایک بار پھر انہوں نے عرفان سعید سے کہا:

''نہیں بھئی... یہ کیس سو فیصد خودکشی کا ہے... ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اس پر ہپناٹزم کیا گیا ہو... اور یہ شخص ہپناٹزم کے زیر اثر ہو... اس پر ہپناٹزم کرنے والے نے انہیں ہدایات دی ہوں کہ وہ خودکشی کر لیں... بس ایک یہ امکان بنتا ہے... اوہو... ارے... یہ... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔''

اچانک ان کے منہ سے نکلا اور پھر ان کی آنکھیں مارے حیرت اور خوف کے پھیل گئیں۔

☆☆☆

موٹر سائیکل والا

زوں کر کے ایک موٹر سائیکل ان کے بالکل قریب سے گزر گئی... تینوں دھک سے رہ گئے... وہ ابھی ابھی اپنے ایک دوست کے گھر سے آ رہے تھے... صبح سویرے ایک دوست کو ان کی اچانک ضرورت پڑ گئی تھی۔ اس کام سے فارغ ہو کر وہ گھر کی طرف روانہ ہوئے ہی تھے کہ موٹر سائیکل سوار نے انہیں اپنی طرف متوجہ کر لیا:

''کیا خیال ہے؟'' فرزانہ نے بھنائے ہوئے انداز میں کہا۔

''خیال خوفناک ہے... تم سناؤ۔'' محمود بھی غصے کے عالم میں بولا۔

''تو پھر چلو۔'' فاروق کب پیچھے رہنے والا تھا۔

تینوں نے اپنی کار کی رفتار بڑھا دی۔ اب ان کی کوشش تھی کہ اس موٹر سائیکل کو جا لیں... پھر اسے روک کر اس تیز رفتاری کا مزہ چکھائیں... شام کا وقت تھا... سڑک پر قدرے رش تھا... لیکن موٹر سائیکل والا کسی بات کو خاطر میں نہیں لا رہا تھا... بس وہ نکلا جا رہا تھا... یہاں تک کہ ایک چوراہے پر اسے آخر رکنا پڑا... کیونکہ سگنل بند تھا اور

اس کے آگے گاڑیاں رکی کھڑی تھیں... اب وہ کیا کر سکتا تھا... ادھر وہ بھی اس سگنل تک پہنچ چکے تھے... وہ چونکہ کار میں تھے، اس لیے سگنل کے اگلے حصے تک نہ جا سکے جب کہ وہ شخص موٹر سائیکل پر ہونے کی وجہ سے ادھر ادھر راستہ بنا کر آگے جا چکا تھا...

پھر جونہی سگنل کھلا، وہ تیر کی طرح نکلا... انہوں نے بھی کار اس کے تعاقب میں ڈال دی... ٹریفک کانسٹیبل نے موٹر سائیکل والے کو سیٹی بجا کر خبردار کرنے کی کوشش کی، لیکن وہ چلا گیا... ادھر محمود کار کی رفتار بڑھاتا چلا گیا... یہاں تک کہ وہ موٹر سائیکل کے بالکل پیچھے جا پہنچے... انہوں نے کار اس سے آگے نکالنے کی کوشش کی... لیکن سامنے سے آنے والی ٹریفک محمود کی کوشش کو ناکام بناتی رہی۔ اس طرح کافی دیر تک انہیں موقع نہ ملا... لیکن جلد ہی وہ شہر سے باہر نکل آئے اور ٹریفک غائب ہو گئی... محمود نے رفتار مزید بڑھا دی... موٹر سائیکل والا بھی کم نہیں تھا... اس وقت تک اسے پوری طرح احساس ہو چکا تھا کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے... لہٰذا وہ نہ تو رکا اور نہ اس نے رفتار کم کی... پھر اچانک گھرر گھرر کی آواز کے ساتھ موٹر سائیکل کی رفتار کم ہونے لگی... شاید اس کا پٹرول ختم ہو گیا تھا... یہ دیکھ کر تینوں مسکرائے:

''اب یہ کیا کرے گا۔'' فاروق مسکرایا۔

فوراً ہی انہیں معلوم ہو گیا کہ اس نے کیا کیا تھا... اچانک اس نے بریک لگائی تھی اور سڑک کے نیچے چھلانگ لگا دی تھی... موٹر سائیکل چکرا کر سڑک سے نیچے کی طرف جا گری... محمود نے بھی فوراً بریک لگائے... اور پھر وہ کار سے نکلتے ہی اس کی طرف دوڑ پڑے:

''عجیب احمق ہے... آخر یہ اس طرح کیوں بھاگ رہا ہے۔''

''یہ بات مجھ سے باہر ہے۔''

''ویسے یہ شخص موٹر سائیکل چلانے کا ماہر ہے... ہم کوشش کے باوجود اسے پکڑ نہیں سکے۔ پٹرول ختم نہ ہو جاتا تو شاید ابھی یہ دوڑ اور جاری رہتی۔'' فرزانہ نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

''لگتا ہے، یہ کسی سے خوف زدہ ہو کر بھاگا ہے اور خیال کر رہا ہے کہ ہم وہی ہیں۔'' محمود نے خیال ظاہر کیا۔

''اس کا امکان ہے... لیکن ہم نے اس کے تعاقب میں کسی کو نہیں دیکھا۔'' فاروق بولا۔

''ہو سکتا ہو... اپنے تعاقب کرنے والوں کو یہ بہت پیچھے چھوڑ آیا ہو... ہم تو اتفاق سے اس کے پیچھے لگ گئے تھے...''

''تو کیا جو لوگ اس کا تعاقب کر رہے ہیں... ان کی کار ہماری کار جیسی ہے...؟'' محمود نے پرزور انداز میں کہا۔

''ضرور یہی بات ہے۔''

وہ درختوں کے درمیان اسے تلاش کرنے لگے... لیکن چونکہ درخت بہت گھنے تھے اور ان کے درمیان اندھیرا تھا، اس لیے اسے تلاش کرنا آسان کام نہیں تھا۔ اس بات کو محسوس کر کے محمود نے ہانک لگائی:

''دیکھیے جناب! ہم وہ نہیں ہیں... جو آپ کا تعاقب کر رہے تھے... وہ تو کہیں دور پیچھے رہ گئے... یہ میں اپنے خیال کے مطابق کہہ رہا ہوں... ہمیں نہیں معلوم کوئی آپ کا تعاقب کر رہا تھا یا نہیں... یہ تو ہم نے اندازہ لگایا ہے... لہٰذا آپ ہمارے پاس آ جائیں... ہم آپ کے دشمن

نہیں ہیں ۔ ہم تو بس آپ کو ضرورت سے زیادہ تیز رفتاری سے منع کرنے کے لیے آپ کے پیچھے لگ گئے تھے ۔ ہماری بات پر یقین کریں اور سامنے آ جائیں... ہمیں بتائیں، کون آپ کا تعاقب کر رہا ہے... ہم آپ کی مدد کریں گے...''

اس کی آواز جنگل میں گونج کر رہ گئی... لیکن جواب میں موٹر سائیکل والے نے کچھ نہ کہا... محمود نے ایک بار اور اپنے الفاظ دہرائے... لیکن اب بھی اس کی طرف سے جواب نہ ملا:

''اب کیا کریں ۔'' محمود نے ان دونوں کی طرف دیکھا۔

''واپس چلتے ہیں... اور ہم کیا کر سکتے ہیں... یہ شخص ضرورت سے زیادہ خوف زدہ ہے... ہمارے سامنے نہیں آئے گا... آؤ چلیں ۔'' فرزانہ نے کہا۔

تینوں واپس سڑک کے کنارے آئے:

''اور اس کی موٹر سائیکل کا کیا کریں؟''

''ہاں! یہ ایک اور الجھن ہے... خیر موٹر سائیکل کا نمبر نوٹ کر لیتے ہیں اور اسے اسی جگہ چھوڑ دیتے ہیں... انکل اکرام اپنے کسی ماتحت کو بھیج دیں گے... اگر وہ واپس نہ آیا تو موٹر سائیکل پولیس اسٹیشن جمع کرا دیں گے... کیا خیال ہے ۔''

''بالکل ٹھیک ہے ۔''

انہوں نے موٹر سائیکل کا نمبر نوٹ کیا اور کار میں آ بیٹھے... جلد ہی ان کا واپسی کا سفر شروع ہو گیا... اور پھر وہ گھر پہنچ گئے... ان کی والدہ نے انہیں بتایا کہ ان کے والد ابھی کہیں گئے ہیں... کسی کا فون آیا

تھا... بس وہ فون سنتے ہی چلے گئے...

''ہمارے لیے تو کچھ نہیں کہہ گئے ۔''

''نہیں...'' انہوں نے انکار میں سر ہلایا۔

''گویا ہم آرام کر سکتے ہیں ۔''

''ضرور... کیوں نہیں...'' بیگم جمشید مسکرائیں۔

عین اس لمحے دروازے کی گھنٹی زوردار انداز میں بجائی گئی:

''یہ... یہ گھنٹی دوستانہ نہیں ہے ۔'' فرزانہ اچھل کر کھڑی ہو گئی۔

''ہاں واقعی اس سے دشمنی کی بو آ رہی ہے ۔'' محمود بھی کھڑا ہو گیا۔

''مجھے تو اس سے خطرے کی آواز بھی آ رہی ہے ۔''

''توبہ ہے تم سے... میں دیکھتی ہوں... کون ہے دروازے پر......'' یہ کہہ کر ان کی والدہ اٹھ کھڑی ہوئیں اور دروازے کی طرف بڑھیں۔

''نہیں نہیں امی جان... ہم مذاق کے موڈ میں نہیں ہیں ۔'' فرزانہ نے خوف کے عالم میں کہا۔

''کیا مطلب؟'' وہ چونکیں۔

''آپ باورچی خانے والا مورچہ سنبھال لیں... فاروق، فرزانہ تم ستونوں کی اوٹ لے لو... میں دروازہ کھولوں گا ۔''

''لیکن کیوں... اگر باہر ہمارے دشمن موجود ہیں تو ہم دروازہ کیوں کھولیں ۔''

"بات چیت کیے بغیر نہیں کھولوں گا... فکر نہ کرو۔"

اب محمود دروازے پر آ کر بولا:

"کون؟"

"دروازہ کھولو... ورنہ توڑ دیں گے..."

"تب پھر دروازہ لگوا کر بھی آپ ہی دیں گے..." محمود نے برا سا منہ بنایا۔

"طاقت ہو تو ہم سے دروازہ لگوا لینا۔"

"چلو منظور ہے... آزماؤ طاقت۔"

"طاقت آزمانے کی کیا ضرورت ہے... یہ کام تو ہم طاقت کے بغیر کر سکتے ہیں... اڑا دو بھی دروازہ۔"

"خبردار! یہ دروازہ تمہیں بہت مہنگا پڑے گا۔" محمود نے انہیں دھمکی دی۔

"سونے کا ہے کیا؟" ایک نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"تم لوگوں کے لیے یہ سونے سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔"

"اچھی بات ہے... دیکھ لیں گے... توڑ دو دروازہ۔"

"ادھر دروازہ ٹوٹے گا... ادھر تم لوگوں کو گولیوں کا نشانہ بنا دیا جائے گا... پھر نہ کہنا... خبر نہیں ہوئی۔"

"او ہو اچھا... یہ بات بھی ہے... خیر... تم اپنا شوق پورا کر لو......"

ان الفاظ کے ساتھ ہی ایک ہلکا سا دھماکا ہوا اور دروازہ ٹوٹ کر اندر کی طرف گرا... اس سے پہلے ہی محمود بھی اوٹ لے چکا تھا اور

اب تک تینوں مورچے سنبھال چکے تھے... دروازہ گرتے ہی انہیں دشمن نظر آ گئے... انہوں نے فوری طور پر ان پر فائر جھونک دیے... دوسرا لمحہ بوکھلا دینے کے لیے کافی تھا... گولیاں انہیں لگیں ضرور، لیکن ان گولیوں نے ان کا کچھ بھی نہ بگاڑا... ساتھ ہی ان کا قہقہہ گونج اٹھا۔

"ہاہاہا... ڈنگو گینگ سے ٹکراتے ہیں... دماغ تو نہیں چل گیا... خیر اب تمہارا دماغ درست کر کے ہی یہاں سے جائیں گے... یہ دروازہ فوراً اپنی جگہ پر لگا دو اور اندر باہر کھڑے ہو جاؤ... کوئی پر نہ مار سکے۔" ان میں سے ایک نے کہا۔ شاید وہ ان کا انچارج تھا...

اس کے حکم کی فوراً تعمیل کی گئی... دروازہ کھڑا کر دیا گیا... دو آدمی اس کے باہر اور دو اندر کھڑے ہو گئے... وہ ہر طرح کے اسلحے سے لیس تھے۔

"پروگرام کیا ہے دوستو۔" محمود کی آواز گونجی۔

اندر اس وقت دس کے قریب لوگ موجود تھے... انہوں نے حیران ہو کر ادھر ادھر دیکھا... کیونکہ بولنے والا انہیں نظر نہیں آیا تھا۔

"تم ہو کہاں؟" انچارج کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی ہماری خبر نہیں آتی۔" فاروق گنگنایا۔

"ہائیں... یہ ہم کیا سن رہے ہیں... اس گھر کے افراد ہمارا مذاق اڑا رہے ہیں... خیر نہیں... اس کا بھی مزہ چکھایا جائے گا۔"

"کیا آپ دماغ درست کرنے اور مزہ چکھانے کے ماہر

ہیں۔'' محمود نے حیران ہو کر کہا۔

'' ٹھیک سمجھے!'' وہ پھر ہنسا۔

'' اوکے... ہمیں تلاش کر لو... اور اپنا کام شروع کر دو... لیکن پہلے یہ بتا دو... تم کیا چاہتے ہو؟''

'' سرفراز غالب کہاں ہے... ہمیں اس کی ضرورت ہے۔''

'' سرفراز غالب... کون سرفراز غالب؟''

'' جس کی موٹر سائیکل کا تم نے تعاقب کیا تھا۔''

ان کے دل زور سے دھڑکے...

'' اچھا وہ... افسوس وہ نکل جانے میں کامیاب ہو گیا... ہم اسے نہیں پکڑ سکے۔''

'' جھوٹ... سفید جھوٹ... تمہیں بتانا ہو گا... وہ کہاں ہے... ورنہ اسے تو ہم ڈھونڈ ہی لیں گے... اس سے پہلے تم لوگوں کو خون میں نہلا دیں گے۔'' اس نے غرا کر کہا۔

'' اس سے پہلے اگر تم یہ بتا دو کہ تمہیں اس شخص کی تلاش کیوں ہے تو بہتر رہے گا۔''

'' ہمیں اس سے کچھ معلوم کرنا ہے۔''

'' یہ بھی بتا دیں... کیا معلوم کرنا ہے۔'' محمود کی آواز ابھری۔

'' ہرگز نہیں... تم صرف اس کے بارے میں بتاؤ... وہ کہاں ہے۔''

'' ہم نے اس کا تعاقب صرف تیز رفتاری کی بنا پر کیا تھا۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

'' کیوں... کیا تم ٹریفک سارجنٹ ہو۔'' انچارج نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

'' نہیں... لیکن ہم کوئی غیر قانونی کام ہوتے نہیں دیکھ سکتے۔''

'' اچھا بس... اس کے بارے میں بتاؤ۔''

'' شہر سے باہر نکلتے ہی اس نے موٹر سائیکل چھوڑ دی تھی اور خود کو سڑک کے نیچے گرا دیا تھا... اس کے بعد ظاہر ہے، وہ لڑھکتا ہوا درختوں کے درمیان چلا گیا تھا... ہم نے اسے آوازیں دیں... لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا... اب ہم کیا کر سکتے تھے، اسے درختوں میں کیسے تلاش کر سکتے تھے... لہٰذا واپس چلے آئے... اب وہ کہاں ہے... ہمیں معلوم نہیں۔''

'' جھوٹ... بالکل جھوٹ... سنو! ہم جانتے ہیں۔'' وہ کہتے کہتے رک گیا... پھر طنزیہ انداز میں ہنسا۔

'' کیا جانتے ہیں؟'' وہ بھنا اٹھا۔

'' یہ کہ تم لوگ انسپکٹر جمشید کی اولاد ہو... لہٰذا یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ تم اسے جنگل میں چھوڑ آئے ہو۔''

'' ہم اسے اس لیے چھوڑ آئے کہ ہمارے خیال میں اس نے اتنا سنگین جرم نہیں کیا تھا... صرف ٹریفک قوانین کی خلاف ورزی کی تھی... لہٰذا ہم نے اس کی موٹر سائیکل کا نمبر نوٹ کر لیا تھا... ظاہر ہے، ہم ان نمبروں کے ذریعے بھی اس تک پہنچ سکتے تھے... بس اسی لیے ہم نے وہاں وقت ضائع کرنا مناسب نہیں سمجھا اور چلے آئے۔'' محمود نے جلدی جلدی کہا۔

'' ہم اس بات پر یقین نہیں کر سکتے... ہم اس گھر کی تلاشی لیں گے۔''

''اس کے لیے آپ پولیس کی خدمات حاصل کریں... آپ کو کوئی حق نہیں کہ ہمارے گھر کی تلاشی لیں... بلکہ کوئی حق نہیں کہ ہمیں ڈرائیں دھمکائیں... آپ پر اس سلسلے میں مقدمہ بنے گا۔''

''ایسے مقدمات تو ہم پر روز ہی بنتے رہتے ہیں... چلو بھئی... تلاشی لو۔''

''یہ اس قدر آسان نہیں ہے۔'' محمود نے ہانک لگائی۔

''ارے جاؤ... بزدل سامنے تو آئے نہیں... بس دعوے کیے جا رہے ہو۔''

''بزدل تو تم ہو... جو بلٹ پروف لباس پہن کر آئے ہو... بہادر ہو تو اپنا یہ لباس اتار دو... اس کے بعد ہم بھی خم ٹھونک کر تمہارے سامنے آ جائیں گے۔''

''ہمیں تم جیسوں کو بہادری دکھانے کا کوئی شوق نہیں... تم لوگوں کو چیونٹی کی طرح مسل سکتے ہیں ہم۔''

''اچھی بات ہے... ہو جائیں پھر دو دو ہاتھ۔'' فرزانہ بولی۔

''کیا مطلب... تم ہم سے لڑو گے۔'' اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

''اور یہاں ہے ہی کون... جس سے ہم لڑ سکیں۔''

''آ جاؤ پھر میدان میں۔'' انچارج نے کہا... ساتھ ہی وہ بہت زور سے اچھلا۔

اس کی چیخ بہت بھیانک تھی۔

☆☆☆

کھڑکی

''کیا ہوا سر؟'' اکرام چونکا۔

''اس کھڑکی کو غور سے دیکھو اکرام۔'' وہ حیرت زدہ انداز میں بولے۔

''جی... کھڑکی کو... اس میں کیا بات ہے سر۔'' اکرام نے بے خیالی کے عالم میں کہا۔

''دیکھو بھئی... غور سے دیکھو۔''

اکرام کھڑکی کو گھور گھور کر دیکھنے لگا، لیکن کوئی عجیب بات نظر نہ آ سکی... آخر اس نے بے چارگی کے عالم میں کہا:

''مجھے افسوس ہے سر! اس میں تو کوئی عجیب بات نظر نہیں آ رہی۔''

''یہی تو کمال ہے... غور سے دیکھنے پر بھی کچھ نظر نہیں آتا... میں بھی کوئی بات محسوس نہیں کر سکا تھا... لیکن پھر اچانک مجھے وہ بات نظر آ گئی جس کی طرف میں تمہاری توجہ دلانے کی کوشش کر رہا ہوں۔''

''تب پھر آپ ہی بتا دیجیے سر!'' اس نے پریشان ہو کر کہا۔

''ان سلاخوں کو دیکھو... اوپر سے بالکل سیدھی ایک ہی گولائی کی چلی آرہی ہیں اور نیچے سے بھی بالکل ایک ہی گولائی کی ہیں... لیکن درمیان میں آکر ایک انچ کے برابر جگہ پر ان کی موٹائی زیادہ ہے... آخر کیوں؟''

اب اکرام نے غور کیا... اس کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی:

''لیکن سر... بھلا اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔''

''پہلے تو تم ان سلاخوں پر سے انگلیوں کے نشانات اٹھا لو... کیونکہ ہو سکتا ہے... پہلی بار یہ سلاخیں رہ نہ گئی ہوں گی۔''

''جی ہاں! شاید ان پر سے نشانات نہیں لیے گئے۔''

اکرام نے اپنے ماتحت کو اشارہ کیا... وہ جلدی جلدی نشانات لینے لگا... اس کے فارغ ہونے کے بعد انسپکٹر جمشید نے ایک سلاخ کو پکڑا اور ہاتھوں سے زور لگایا جیسے کسی پیچ کو کھولتے ہیں... اچانک ان کے منہ سے نکلا:

''وہ مارا... یہ کھل رہی ہے۔''

''کھل رہی ہے... یعنی اس درمیانی جگہ میں دراصل پیچ لگایا گیا ہے۔'' اکرام بول اٹھا۔

''ہاں! بالکل اسی طرح جیسے پانی کے دو پائپوں کو آپس میں جوڑنے کے لیے پیچ لگاتے ہیں... مطلب یہ کہ کھڑکی کی یہ سلاخ دو ٹکڑوں میں تقسیم ہے... اور درمیان سے ان دونوں ٹکڑوں کو جوڑا گیا ہے۔''

''اُف مالک... اس طرح تو یہ سلاخیں کھڑکی کے فریم سے آسانی سے الگ ہو سکتی ہیں۔'' اکرام بولا۔

''بالکل... اور اس کے بعد کسی کے لیے کمرے میں داخل ہونا کیا مشکل ہے۔''

''اُف مالک! لیکن یہ گھر تو خود شیخ اسرار کا ہے... کیا اس نے اپنی موت کا سامان خود کیا ہوا تھا... اور قاتل کو بتا رکھا تھا کہ اس طرح تم سلاخیں کھول کر اندر آکر مجھے قتل کر جانا... کیا یہ بات عجیب نہیں ہے سر...'' اکرام کہتا چلا گیا۔

''بہت زیادہ عجیب ہے... خیر ہم دیکھیں گے کہ ایسا کیسے ہوگیا... پہلے تم اپنی کارروائی مکمل کر لو اور پھر لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے بھجوا دو۔ ارے مم... مگر نہیں... ٹھہرو بھئی... ایک تجربہ کرنے دو مجھے... اکرام... اس اسٹول کو سیدھا کر کے لاش کے نیچے رکھنا ذرا۔''

''جج... جی... جی اچھا۔'' اکرام نے حیران ہو کر کہا اور اسٹول کو سیدھا کر کے لاش کے نیچے رکھ دیا۔

''اُف مالک! یہ... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں... لاش کے دونوں پاؤں تو اسٹول تک پہنچ ہی نہیں رہے... اب یہ صاف قتل کا کیس ہوگیا... اسٹول پر کھڑے ہونے کی صورت میں یہ اس پھندے کو گلے میں ڈال ہی نہیں سکتا تھا... کیونکہ کے اس کے پاؤں اسٹول سے نہیں لگ رہے... اس کا مطلب ہے... یہ رسی قاتلوں نے لٹکائی تھی اور پھر پھندہ اس کے گلے میں ڈالا گیا... اور یہ کام کم از کم دو آدمیوں نے تو ضرور کیا ہوگا... ایک اکیلے آدمی کا کام تو یہ ہو نہیں سکتا۔''

''آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں سر... یہ کیس واقعی خودکشی کا نہیں ہے... قتل کا ہے...''

''بس تو پھر قاتلوں نے اپنی انگلیوں کے نشانات اگر صاف کر دیے ہیں... تب بھی کسی نہ کسی جگہ سے ان کی انگلیوں کا کوئی نشان ضرور ملے گا... اس طرف بھی خاص توجہ دی جائے۔''

''آپ فکر نہ کریں سر۔''

اب انہوں نے شیخ اسرار کے پڑوسی کو بلوایا اور اسے دوسرے کمرے میں لے آئے:

''یہ کیس خودکشی کا نہیں ہے۔''

''میں تو پہلے ہی یہ کہتا رہا ہوں جناب۔''

''آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے تھے... اب سوال یہ ہے کہ آپ کے دوست کا قاتل کون ہو سکتا ہے... آپ ہی ہمیں کچھ بتا سکتے ہیں... آپ نے اپنا نام عرفان سعید بتایا ہے نا۔''

''جی ہاں! میرا نام یہی ہے۔'' اس نے سر ہلایا۔

''اور آپ اعظم ٹارملز میں کام کرتے ہیں۔''

''جی بالکل۔''

''آپ کے خیال میں شیخ اسرار کا قاتل کون ہو سکتا ہے۔''

''اس بارے میں مجھے قطعاً کچھ معلوم نہیں۔''

''ان صاحب کی کسی سے دشمنی تو نہیں تھی۔''

''میرے علم میں نہیں۔''

''اچھا یہ مکان کیا ان کا اپنا ہے۔''

''جی نہیں... یہ مکانات ہمیں اعظم ٹارملز کی طرف سے ملے ہیں... ایک طرح سے یہ کالونی اعظم ٹارملز کی ہے... مطلب یہ کہ مالکان

نے اپنے ملازمین کے لیے بنوائی ہے...''

''اوہ... اوہ...'' مارے حیرت کے ان کے منہ سے نکلا۔

''آپ کو کس بات پر حیرت محسوس ہوئی؟''

''بھئی سامنے کی بات ہے... یہ مکان شیخ اسرار نے تو بنوایا ہی نہیں... مالکان نے بنوایا ہے... لہٰذا اس قسم کی سلاخیں... ار... ہاں... آیئے ذرا آپ کے مکان کی سلاخوں کو بھی دیکھ لیں... کہیں وہ بھی تو ایسی ہی نہیں ہیں۔''

''اوہ... اوہ۔'' عرفان سعید گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

انسپکٹر جمشید اسے ساتھ لیے دوسرے مکان تک آئے... وہ بالکل ایک ہی قسم کے مکانات تھے... اور یہ دیکھ کر ان کی حیرت بڑھ گئی وہاں بھی ایسی ہی سلاخیں لگی ہوئی تھیں

انہوں نے تجربے کے طور پر ایک سلاخ کا پیچ کھول کر دیکھا... پیچ کھلتے ہی وہ سلاخ سے باہر نکل آئی...

''اُف مالک! یہ کیا چکر ہے... آخر مل کے مالکان نے اس قسم کی سلاخیں کیوں لگوائی ہیں۔''

''اس سوال کا جواب تو وہی دے سکتے ہیں جناب... میں بھلا کیا کر سکتا ہوں۔'' اس نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

''ہاں! آپ ٹھیک کہتے ہیں... مل کے مالک ہیں کتنے۔''

''تین... تینوں سگے بھائی ہیں... تینوں آپس میں ایک ہیں...''

''ان کے نام۔''

''وہ شاہ دل برادرز کہلاتے ہیں۔''

''یعنی ان تینوں کا نام شاہ دل ہے۔'' انہوں نے حیران ہو کر پوچھا۔

''نام تو مختلف ہوں گے... لیکن مجھے یہی نام معلوم ہے۔''

''اچھی بات ہے... ان کا فون نمبر۔''

''ان کے موبائل نمبر مجھے معلوم نہیں... میں تو مل کے نمبر بتا سکتا ہوں... لیکن مل سے تو منیجر کاشف برلاس جواب دیں گے۔''

''اور اعظم تارا کس کا نام ہے۔''

''ان کے باپ کا نام تھا۔''

''مل ہے کس چیز کی۔''

''چمڑے کی...''

''اچھی بات ہے... میں ان سے رابطہ کرتا ہوں۔ آپ مل کے نمبر بتا دیں۔''

ان نمبروں پر فون کرنے پر ان کا منیجر کاشف برلاس سے رابطہ ہو گیا...

''انسپکٹر جمشید بات کر رہا ہوں۔''

''جی... کیا مطلب...'' دوسری طرف سے چونک کر کہا گیا۔

''میں نے کہا ہے... انسپکٹر جمشید بات کر رہا ہوں۔''

''فرمایئے۔''

''آپ کے ایک ملازم شیخ اسرار کی لاش ملی ہے۔''

''کیا!!!'' وہ چلا اٹھا۔

''اور مزے کی بات یہ کہ لاش بند کمرے سے ملی ہے... اس کے گلے میں پھندہ تھا۔''

''اُف مالک... اس نے خودکشی کر لی... یہ جان کر بہت افسوس ہوا۔''

''یہی تو مشکل ہے۔''

''جی... مشکل ہے... کیا مطلب؟''

''اس نے خودکشی نہیں کی... اسے قتل کیا گیا ہے۔''

''کیا مطلب... آپ خود ہی تو کہہ رہے ہیں... لاش بند کمرے سے ملی ہے... اس کے گلے میں پھندہ تھا...''

''اس کے باوجود یہ کیس خودکشی کا نہیں ہے... کیا آپ ابھی اور اسی وقت یہاں آ سکتے ہیں۔''

''مم... میں... لیکن کیوں... میرا اس معاملے سے کیا تعلق؟''

''اس معاملے کا تعلق مل ہی سے ہے... قاتل مل ہی کا کوئی آدمی ہے... بلکہ آپ خود قاتل ہیں یا اس مل کے مالکان قاتل ہیں۔''

''کیا... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔'' وہ چلا اٹھا۔

''آپ آ رہے ہیں یا نہیں...''

''مم... میں... میں آ رہا ہوں۔'' اس کی آواز میں کپکپی تھی۔

''شکریہ۔''

جلد ہی کاشف برلاس وہاں پہنچ گیا... وہ ایک نوجوان آدمی تھا... دبلا پتلا اور لمبے قد کا تھا... اس کا چہرہ دھواں ہو رہا تھا...

آتے ہی پہلے تو اس نے ہاتھ ملایا... پھر بولا:

''دیکھیے جناب... میرا اس معاملے سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔''

''ابھی معلوم ہو جاتا ہے، اگر آپ کا کوئی تعلق نہ ہوا تو آپ کو فکر مند ہونے کی بھی کوئی ضرورت نہیں... آپ پہلے یہ بتائیں کہ اس مل میں آپ کب سے ملازم ہیں۔''

''مجھے پندرہ سال ہو گئے ہیں۔''

''اچھی بات ہے... ملازمین کے لیے یہ مکانات کب بنوائے گئے؟''

''یہ... یہ مجھ سے پہلے بنوائے گئے تھے...''

''اوہ! کیا واقعی...''

''جی ہاں! اس بارے میں تو آپ مل کے مالک سے تصدیق کر سکتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے... ملایئے ان کا نمبر... میں ان سے بات کرنا چاہتا ہوں۔''

اس نے اپنا موبائل نکال کر نمبر ملایا پھر موبائل ان کی طرف بڑھا دیا:

''ہاں کاشف برلاس کیا بات ہے۔''

''سر! یہ جو مکانات ہیں بھاٹی کالونی والے... یہ کب بنوائے گئے تھے۔'' انسپکٹر جمشید نے اچانک کاشف برلاس کی آواز میں کہا۔

اپنی آواز ان کے منہ سے نکلتے سن کر وہ بڑی طرح چونکا...

دوسری طرف مل کا مالک کہہ رہا تھا:

''کیوں! تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟''

''اس سوال کی ضرورت پیش آ گئی ہے... بس آپ اتنا بتا دیں کہ یہ کب بنوائے گئے تھے۔''

''آج سے بیس سال پہلے۔''

''شکریہ! بات دراصل یہ ہے کہ میں کاشف برلاس نہیں... انسپکٹر جمشید ہوں۔''

''کیا... کیا مطلب... دوسری طرف سے چیخ کر کہا گیا... ساتھ ہی فون بند کر دیا گیا... اس بات نے انسپکٹر جمشید کو بھی حیرت زدہ کر دیا... انہوں نے دوبارہ نمبر ملائے... لیکن فون نہ سنا گیا۔ اب تو وہ چونک اٹھے... انہوں نے کاشف برلاس سے کہا:

''اس وقت شاہ دل برادرز کہاں ہوں گے۔''

''اپنی کوٹھی پر۔''

''آپ مجھے فوری طور پر وہاں لے چلیے... آیئے جلدی کریں۔''

''جی اچھا۔'' اس نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

پھر وہ وہاں سے اپنی کار میں بہت تیز رفتاری سے روانہ ہوئے... شاہ دل برادرز نیو کالونی میں رہتے تھے... ان کی کوٹھی کو دیکھ کر وہ حیرت زدہ رہ گئے... وہ بہت عظیم الشان تھی... دروازے پر مسلح پہرہ دار کھڑے تھے... جونہی وہ کار سے اترے... پہرے دار نے رائفلیں تان لیں...

''ارے ارے! یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔'' کاشف برلاس نے چلا کر کہا۔

انہوں نے جیسے کاشف برلاس کے الفاظ سنے ہی نہیں... بدستور ان کی طرف رائفلیں تانے رہے... انسپکٹر جمشید بے خوفی کے عالم میں آگے بڑھے تو ان میں سے ایک نے کہا:

''خبردار! آپ آگے نہ آئیں... ورنہ ہم گولی چلا دیں گے۔''

''اچھا... یہ بات ہے...'' یہ کہتے ہی انسپکٹر جمشید نے پستول نکال لیا اور بولے:

''اب اگر تم لوگوں کی انگلیوں نے ٹریگروں پر حرکت کی تو میں فائر کرنے میں دیر نہیں لگاؤں گا۔'' انسپکٹر جمشید سرد لہجے میں بولے۔

''اور اگر آپ آگے بڑھے تو ہم بھی گولی چلائیں گے۔''

''شاہ دل برادرز کچھ بھی کر لیں... اب وہ گرفتاری سے نہیں بچ سکیں گے۔''

''اور ہمارا دعویٰ ہے... آپ انہیں گرفتار نہیں کر سکیں گے۔''

''کیا مطلب؟''

وہ بری طرح چونکے... ان کی آنکھوں میں حیرت پھیل گئی... عین اس لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی:

☆☆☆

غائب

اس کے سر پر کھولتے پانی کی ایک تیز دھار گری تھی... وہ اچھل کر ادھر ادھر ہو گئے... سروں پر بھی اگرچہ بلٹ پروف لباس تھا... لیکن گرم پانی ان پر اثر انداز ہوا تھا... ادھر پانی کی دھار ان کا مسلسل تعاقب کر رہی تھی... اور وہ اس سے بچ نہیں پا رہے تھے... جلد ہی وہ بوکھلاہٹ کے عالم میں صحن میں تگنی کا ناچ ناچتے نظر آئے... اور پھر گرتے چلے گئے... یہاں تک کہ ان میں سے ایک بھی اپنے پیروں پر کھڑا نہ رہ سکا۔

''امی جان... آپ اپنے مورچے پر موجود رہیں... میں انکل اکرام کو فون کرتا ہوں... تاکہ وہ اس ملبے کو اٹھا کر لے جائیں۔'' محمود کی آواز ابھری۔

''فکر نہ کرو... یہ پوری طرح میری زد میں ہیں اور کھولتا پانی تیار ہے۔'' اندر سے بیگم جمشید کی آواز سنائی دی۔

اب محمود نے اکرام کو فون کیا... سلسلہ ملنے پر وہ بولا:

''انکل... فوراً گھر آ جائیں... اور اپنے ساتھ بڑی گاڑی بھی لے آئیں... ہم نے بڑا شکار کیا ہے۔''

''اوہو اچھا... خیر میں حوالدار محمد حسین آزاد کو بھیج دیتا ہوں... میں ایک اور طرف مصروف ہوں... انسپکٹر صاحب بھی یہیں تھے... ابھی ابھی انہیں جانا پڑا ہے۔''

''لیکن کہاں؟''

''بعد میں بات کریں گے... پہلے تم اپنے شکار سے فارغ ہو لو۔''

''جی اچھا۔''

پندرہ منٹ بعد حوالدار محمد حسین آزاد وہاں پہنچ گیا... اس نے اس شکار کو دیکھ کر حیرت سے پلکیں جھپکائیں... پھر بولا:

''یہ سب کیا ہے؟''

انہوں نے مختصر طور پر ان کے بارے میں بتایا... پھر محمود نے کہا:

''آپ اپنے دفتر لے چلیں... ہم وہیں آکر ان سے بات کریں گے... میرا خیال ہے ان لوگوں کو کمرۂ امتحان میں لے جانا پڑے گا... اور ہاں آپ کی اطلاع کے لیے بتا دیں یہ اپنا تعلق ڈنگو گینگ سے بتا رہے تھے۔''

''کیا!!!'' حوالدار محمد حسین آزاد بڑی طرح اچھلا... اس کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

''کیا... کیا واقعی۔'' وہ ہکلایا۔

''ہاں بالکل یہی بتایا تھا ان لوگوں نے، لیکن انکل... آپ کو خوف زدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے... آپ تو قانون کے محافظ ہیں۔''

''آپ نہیں جانتے... اس گینگ کے ہاتھ بہت لمبے ہیں... اس سے بڑے بڑے پولیس آفیسر اور دوسرے اہم لوگ بھی ڈرتے ہیں۔''

''خیر ڈرتے ہوں گے، لیکن ہمیں کیا، ہم کیوں ڈریں...'' محمود نے منہ بنایا۔

''مجھے تو آپ جو کہتے ہیں، کرنے کے لیے تیار ہوں... اس کے بعد جو ہوگا، اسے آپ خود دیکھ لیجیے گا... بلکہ بہتر ہوگا کہ آپ انسپکٹر صاحب کو فوری طور پر یہ بات بتا دیں۔''

''اچھی بات ہے۔'' محمود نے کہا اور موبائل نکال کر نمبر دبا دیے... جلد ہی ان کے والد کی آواز سنائی دی۔

''ہاں محمود! کیا بات ہے۔''

''ہمارے گھر پر ڈنگو گینگ نے حملہ کیا تھا۔''

''اوہو اچھا۔'' ان کے منہ سے حیرت زدہ انداز میں نکلا۔

''ہم نے انہیں گرا لیا... اب انہیں حوالات بھجوانے کے لیے محمد حسین آزاد کو بلایا ہے... یہ ڈنگو گینگ کا نام سن کر خوف زدہ ہو گئے ہیں... ان کا کہنا یہ ہے کہ پہلے ہم آپ کو صورت حال بتا دیں۔''

''محمد حسین نے اچھا مشورہ دیا ہے... موبائل انہیں دو۔'' وہ بولے۔

''یہ لیں انکل! بات کرلیں۔''

محمد حسین آزاد نے ہدایات سن کر موبائل محمود کو واپس دے دیا اور ماتحتوں کو اشارہ کیا:

''چلو بھئی اٹھاؤ انہیں۔''

ماتحت حرکت میں آ گئے:

''انہوں نے کیا کہا ہے۔''

''انہیں خفیہ محکمے نے نمبر 1 پر پہنچانا ہے... ان کا کہنا ہے... اس کے بعد وہ اس معاملے کو خود دیکھ لیں گے۔ مطلب یہ کہ اب براہ راست مجھ سے کوئی بات نہیں کر سکے گا۔''

''چلیے آپ کی جان چھوٹی۔'' محمود مسکرایا۔

''ہاں! یہی بات ہے... لیکن اب آپ لوگ پھنس گئے۔'' محمد حسین آزاد بھی جواب میں مسکرایا۔

''کوئی بات نہیں... ہم تو آئے دن پھنستے ہی رہتے ہیں۔''

محمد حسین ان لوگوں کو لے کر چلا گیا:

''یہ سب کیا تھا... وہ شخص کون تھا... جو بدحواسی کے عالم میں بھاگا جا رہا تھا... جس کا نام یہ سرفراز غالب بتا رہے تھے... اور اُس کا مطلب ہے، وہ ان لوگوں سے جان بچانے کے لیے بھاگا جا رہا تھا... درمیان میں آ گئے ہم... وہ ہمیں بھی اپنا دشمن خیال کر بیٹھا۔''

''کیس میں قدم آگے بڑھانا ہے تو ہمیں کچھ کرنا ہوگا... میں تو کہتا ہوں... آؤ خفیہ عمارت میں چلتے ہیں۔'' محمود کے لہجے میں جوش تھا۔

''اسے کہتے ہیں آ بیل مجھے مار۔'' فاروق نے بُرا سا منہ بنایا۔

''کہتے ہوں گے... میں محمود کی ہم خیال ہوں۔'' فرزانہ نے اسے گھورا۔

''یہ کوئی نئی بات نہیں۔'' فاروق تڑ سے بولا۔

''تم چل رہے ہو یا نہیں...'' محمود نے تیز لہجے میں کہا۔

''ابا جان نے ایسی کوئی ہدایات نہیں دیں۔''

''انہوں نے یہ بھی نہیں کہا کہ ہم اس کیس میں کچھ نہ کریں... لہٰذا ہم جائیں گے... تم چلنا چاہتے ہو تو چلو۔''

''معلوم ہوتا ہے... لڑنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہو۔''

''اللہ کا شکر ہے... ہمارے حالات بہت اچھے ہیں... لہٰذا ادھار کھائے بیٹھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔'' فرزانہ بول اٹھی۔

''اچھا بابا چلو... کاٹ کھانے کو کیوں دوڑ رہی ہو۔''

اور وہ دونوں مسکرا دیے... پھر تینوں اپنی کار میں روانہ ہوئے... جلد ہی وہ عمارت نمبر 1 میں داخل ہو رہے تھے... عمارت کے انچارج نے حیرت زدہ انداز میں ان کا استقبال کیا اور پھر اس نے کہا:

''انسپکٹر صاحب کی طرف سے تو ایسی کوئی اطلاع نہیں ملی کہ آپ لوگ یہاں آ رہے ہیں۔''

''ہم اپنے طور پر آئے ہیں... ان لوگوں کے بارے میں انہوں نے کیا ہدایات دی ہیں۔''

''کن لوگوں کے بارے میں۔'' اس نے حیران ہو کر کہا۔

''انہی لوگوں کے بارے میں... جنھیں ابھی حوالدار محمد حسین یہاں لے کر آئے ہیں۔''

''کیا!!!'' انچارج پوری قوت سے چلایا۔

اور پھر ان کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا... محمود نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا:

''اس... اس کا مطلب... وہ انہیں یہاں تک نہیں پہنچا سکے۔''

''نن... نہیں۔''

''اُف مالک... یہ... یہ کیا ہوا!''

محمود نے تھرتھر کانپتی آواز میں کہا... پھر اس نے موبائل پر اپنے والد کے نمبر ڈائل کیے... لیکن ان کا موبائل بند تھا...

''اب... اب کیا کریں... ان کا موبائل تو بند ہے۔'' محمود بولا۔

''انکل اکرام کو فون کرو۔'' فرزانہ بولی۔

اکرام کے نمبر ملائے گئے... تو اس کا موبائل بھی بند تھا...

''ہم... ہم کچھ نہیں کر سکتے۔''

''کیوں نہیں کر سکتے... آئی جی صاحب کو فون کریں۔'' انچارج نے فوراً کہا۔

''اوہ ہاں... آپ کا شکریہ... آپ نے درست بات بتائی۔''

اب محمود نے آئی جی صاحب کا نمبر ملایا... فوراً ہی ان کی آواز سنائی دی:

''ہاں! محمود... کیا بات ہے۔''

''سر... بہت خوفناک بات ہے۔''

''اللہ اپنا رحم کرے... خیر بتاؤ۔'' وہ بولے۔

محمود نے تفصیل سنا دی... ساری بات سن کر شیخ صاحب نے کہا:

''بہت خوفناک بات ہوگئی... سارے شہر میں ایک ہلچل مچ

جائے گی۔ عام طور پر کہا یہ جاتا ہے کہ ڈنگو گینگ دراصل سکھو جان لپاڈیا کی گینگ ہے... لیکن یہ بات کوئی آج تک ثابت نہیں کر سکا... یہی وجہ ہے کہ سکھو جان کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکا آج تک...''

''آپ... آپ ملک کے مشہور سیاست دان کی بات کر رہے ہیں... جن کی بہت بڑی سیاسی جماعت ہے... اور جو ایک طرح شہر کے سیاہ اور سفید کا مالک ہے... حکومت کے لوگ جس سے خوف کھاتے ہیں... اور یہ تک کہا جاتا ہے کہ شہر پر دراصل حکم ہی اس کا چلتا ہے۔''

''ہاں محمود... میں اسی سکھو جان لپاڈیا کی بات کر رہا ہوں۔'' آئی جی بولے۔

''آپ تو ہمیں ڈرائے دے رہے ہیں۔''

''اس وقت مسئلہ ہے... محمد آزاد حسین کا اور ان کے ساتھیوں کا... ڈنگو گینگ والے اپنے آدمیوں کے ساتھ ہمارے آدمیوں کو بھی لے گئے ہیں... اگر ہمارے آدمی ساتھ نہ گئے ہوتے تو کوئی ایسا مسئلہ نہ تھا... خیر میں انہیں تلاش کراتا ہوں اور معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہوں کہ جمشید کہاں ہیں۔''

''جی شکریہ۔''

آئی جی صاحب نے فون بند کیا ہی تھا کہ عمارت کے فون کی گھنٹی بج اٹھی...

وہ فون کی طرف دوڑے پڑے:

☆☆☆

ڈنگو گینگ

انہوں نے موبائل کان سے لگالیا... دوسری طرف محمود تھا:

''خیر تو ہے محمود۔''

''حالات خوفناک ہیں ابا جان۔''

''کیا مطلب؟''

محمود نے مختصر طور پر حالات سنا ڈالے... کہ کیسے انہوں نے ایک بے تحاشہ تیز رفتاری سے موٹر سائیکل چلانے والے کا تعاقب کیا تھا... وہ گھر آئے تو دس آدمی ان کے گھر پر حملہ آور ہوئے۔ ان کا کہنا تھا کہ ان کا تعلق ڈنگو گینگ سے ہے... پھر انہوں نے آخر ان پر قابو پالیا... اور محمد حسین آزاد کو فون کیا... محمد حسین آزاد ان کے گھر سے ان دس کو لے کر روانہ ہوئے... لیکن عمارت تک نہیں پہنچ سکے اور راستے ہی سے غائب ہوگئے۔''

''اوہ اوہ۔'' انسپکٹر جمشید کے منہ سے مارے خوف کے نکلا۔

''ہم نے آئی جی صاحب کو فون کر دیا ہے...''

''ٹھیک ہے... تم فکر نہ کرو... ڈنگو گینگ کو پھر دیکھ لیں گے۔''

''کیا کہہ رہے ہیں ابا جان... آئی جی صاحب کا کہنا ہے کہ عام طور پر یہ بات مشہور ہے کہ ڈنگو گینگ دراصل سکھو جان لپاڈیا کی ہے...''

''کوئی بات نہیں، اللہ مالک ہے... میں اس وقت دوسری طرف مصروف ہوں... اس طرف سے فارغ ہوتے ہی ڈنگو گینگ سے دو دو باتیں کروں گا۔''

''اچھی بات ہے... ہمارے لیے کیا حکم ہے۔''

''تم بھی ادھر ہی آجاؤ... میں اس وقت شاہ دل برادرز کی کوٹھی کے باہر موجود ہوں... اور اکرام میرے ساتھ ہے... ہم اندر داخل ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں... جب کہ کوٹھی کے پہرے داروں کا خیال ہے... شاہ دل برادرز ہم سے ملاقات نہیں کریں گے۔''

''پتا نہیں یہ شاہ دل برادرز کون ہیں... خیر ہم آرہے ہیں۔''

''ہاں! یہی بہتر ہے... تفصیل یہیں سن لینا۔''

انسپکٹر جمشید نے یہ سن کر فون بند کر دیا اور پھر پہرے داروں کی طرف مڑے:

''تم لوگوں کے لیے بہتر یہی ہے کہ شاہ دل برادرز کو ہماری آمد کی اطلاع دو... ہم ان سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں... اور اگر تم نے رکاوٹ ڈالی تو پھر یہاں پولیس ہی پولیس نظر آئے گی... اگرچہ میں پولیس کی مدد کے بغیر بھی اندر داخل ہوسکتا ہوں...''

''وہ اندر نہیں ہیں۔'' ایک نے غرا کر کہا۔

''اس صورت میں کوٹھی کی تلاشی لی جائے گی۔''

''کس بنیاد پر؟''

''اعظم ٹار املز شاہ دل برادرز کی ہے نا۔''

''بالکل ہے۔''

''تب پھر سن لو... اعظم ٹار املز کے ایک ملازم شیخ اسرار کو قتل کر دیا ہے... اور اس قتل کا براہ راست شبہ شاہ دل برادرز پر جاتا ہے... اس لیے ہماری ان سے ملاقات ضروری ہے، اگر انہوں نے ہم سے ملاقات نہ کی تو ہم اس کوٹھی کی تلاشی لیں گے۔''

''اس صورت میں آپ کو وارنٹ لانا ہوں گے۔''

''وارنٹ ہر وقت میری جیب میں ہوتے ہیں...''

''ٹھیک ہے، وارنٹ دکھا دیں... ہم تلاشی دے دیں گے۔''

''تب پھر رائفلوں کے رخ نیچے کر لو...''

انہوں نے رائفلیں نیچی کر لیں... انسپکٹر جمشید نے اپنا خصوصی اجازت نامہ دکھایا۔ وہ شاید بہت پڑھے لکھے لوگ تھے... اور صرف پہرے دار نہیں تھے... ہر طرح سے ذمے دار لوگ تھے... اجازت نامہ پڑھ کر ان کی پیشانیوں پر لکیریں نمودار ہو گئیں... آخر انہوں نے کہا:

''بات دراصل یہی ہے کہ شاہ دل برادرز اندر نہیں ہیں... ہم ان سے رابطہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں... آپ لوگ اس طرف آ کر بیٹھ جائیں۔'' اس نے گیٹ کے سامنے بنے کمرے کی طرف اشارہ کیا۔

''ہمیں بیٹھنے کی ضرورت نہیں... آپ کو جو کرنا ہے... جلدی کریں... اکرام تم اپنے ماتحتوں کو بلا لو۔''

''جی اچھا... وہ یہاں سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہیں۔'' اکرام بولا۔

''یہ اچھی بات ہے۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

اکرام موبائل پر اپنے ماتحتوں کو ہدایات دینے لگا۔ ادھر پہرے دار شاہ دل برادرز سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے... جلد ہی ان کا رابطہ ہو گیا۔ انہوں نے پہرے دار کو کہتے سنا:

''سر! یہاں انسپکٹر جمشید موجود ہیں... وہ آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں... ان کا کہنا ہے... مل کے ایک ملازم کو قتل کر دیا گیا ہے... اور اس قتل میں براہ راست آپ کا ہاتھ ہے۔''

دوسری طرف کا جواب سن کر اس نے فون بند کر دیا... اور ان کی طرف رخ کر کے بولا:

''وہ آ رہے ہیں۔''

''اچھی بات ہے۔''

''آپ بیٹھ جائیں۔''

''ہم اس حالت میں ٹھیک ہیں۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

پھر جلد ہی اکرام کے ماتحت وہاں آ موجود ہوئے... انہوں نے کوٹھی کے گرد گھیرا ڈال دیا... پندرہ منٹ گزر گئے... لیکن شاہ دل برادرز نہ آئے... انہوں نے پھر پہرے داروں سے کہا:

''آپ ان سے پھر رابطہ کریں... بہت دیر ہو چکی ہے... اب ہم مزید انتظار نہیں کر سکتے۔''

''اچھی بات ہے۔''

ایک پہرے دار نے رابطہ کرنے کی کوشش شروع کی، لیکن ہو نہ سکا... تنگ آ کر اس نے کہا:

''ان سے رابطہ نہیں ہو رہا۔''

''تب پھر وہ نہیں آئیں گے... اب ہمیں کوٹھی کی تلاشی لینا ہوگی۔''

''آپ کی مرضی۔'' انہوں نے کندھے اچکائے۔

''آیئے آپ لوگ بھی ہمارے ساتھ... آپ میں سے ایک باہر کھڑے رہنا چاہیں تو رہ سکتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے۔''

اب وہ اندر داخل ہوئے... انہوں نے پوری کوٹھی کھنگال ماری... لیکن شاہ دل برادرز اندر کہیں نہیں ملے... گھر کا کوئی اور فرد بھی وہاں نہیں تھا:

''گھر کے باقی افراد کہاں ہیں۔''

''وہ پہاڑی علاقوں کی سیر کے لیے گئے ہیں... تین دن سے پہلے واپس نہیں آئیں گے۔''

''ہوں خیر... شاہ دل برادرز کب تک سامنے نہیں آئیں گے... دیکھا جائے گا...''

اور وہ ناکام واپس لوٹ آئے... راستے میں انسپکٹر جمشید بولے:

''مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوئی... مجھے فون پر شاہ دل برادرز سے بات نہیں کرنی چاہیے تھی، بس اچانک اس کی کوٹھی پر پہنچ جاتے اور گھیرا ڈال لیتے... وہ فون سنتے ہی کوٹھی سے نکل گئے ہوں گے اور ساتھ ہی گھر کے دوسرے افراد کو بھی انہوں نے کہیں بھیج دیا تاکہ ہم ان کے ذریعے کچھ

معلوم نہ کرسکیں... رہ گئے یہ پہرے دار... یہ بہت تیز ہیں... اس قسم کے معاملات کا سامنا کرنا جانتے ہیں۔''

''آپ کا اندازہ کیا ہے سر... کیا یہی لوگ اسرار شیخ کے قاتل ہیں۔''

''ہاں بالکل... ان لوگوں نے پہلے سے ملازمین کے کمروں کی کھڑکیوں میں ایسی سلاخیں لگوائی ہیں کہ کسی کو غائب کرنا پڑے... یا ختم کرنا پڑے تو آسانی سے کرسکیں... مطلب یہ کہ پہلے سے ہر طرح کے انتظامات کر رکھے ہیں... اس سے ظاہر ہے... یہ لوگ ہیں ہی جرائم پیشہ... اپنے مخالفین کو ختم کرنے کی ضرورت پیش آتی رہتی ہوگی... ورنہ اس قسم کی کھڑکیاں پہلے سے کیوں بنوائی جاتیں... اور اگر بات یہی ہے... تو پھر شاہ دل برادرز ہمارے ہاتھ آسانی سے نہیں لگیں گے... خیر ان کی تلاش جاری رہے گی۔ اب آتے ہیں تمہارے معاملے کی طرف... ڈگو گینگ کا ہمارے گھر پر حملہ عجیب ہے... یہ گینگ اس شخص کے پیچھے تھا جس کا تعاقب تم بس معمولی سی بات پر کر بیٹھے... اور مزے کی بات یہ ہے کہ وہ نہ تم لوگوں کے ہاتھ لگا... نہ ان کے... تو کیوں نہ ہم اس جگہ کا جائزہ لے لیں... جس جگہ اس نے سڑک سے چھلانگ لگائی تھی... ویسے تم لوگوں کو اس طرح چلے نہیں آنا چاہیے تھا۔''

''اب ہمیں کیا معلوم تھا... ہم تو اس وقت تک اس کیس کو تیز رفتاری کا کیس خیال کرتے رہے تھے... ہمیں کیا معلوم تھا... وہ شخص ڈگو گینگ سے بھاگ رہا ہے۔ ویسے آپ کی معلومات اس گینگ کے بارے میں کیا ہیں۔''

''میں بھی بس اتنا کچھ ہی جانتا ہوں... جتنا کہ آئی جی صاحب سے تمہیں معلوم ہوا ہے... لیکن لگتا ہے... اب وقت آ گیا ہے... ہم اس گینگ پر بھی ہاتھ ڈال کر رہیں گے۔''

''انشاء اللہ! یوں بھی وہ ہمارے مجرم ہیں... ایک تو انہوں نے ہمارے گھر پر حملہ کیا، دوسرے ہمارے ساتھیوں کو بھی لے اڑے...''

''نہ جانے بے چارے محمد حسین آزاد اور ان کے ماتحتوں کا کیا حال ہوگا۔''

''انہیں کسی مکان میں بند کیا گیا ہوگا... تم راستہ بتاؤ... ہم اس جگہ کا جائزہ لیں گے... جس جگہ اس شخص نے چھلانگ لگائی تھی۔''

''اچھا۔'' محمود بولا۔

جلد ہی وہ سڑک کے کنارے کار روک کر جنگل میں داخل ہو رہے تھے... اب سورج کافی بلند ہو چکا تھا... سردیوں کے دن تھے... درختوں کے درمیان پھیلی دھوپ بہت خوش گوار محسوس ہو رہی تھی...

وہ درختوں کے درمیان آگے بڑھتے رہے... ہر طرف کا بغور جائزہ لیتے رہے... پھر اچانک فرزانہ کے منہ سے نکلا:

''آہا... وہ دیکھیے ابا جان!''

☆☆☆

ہوٹل ٹاپ

وہاں چند کاغذ بکھرے نظر آئے... ان میں سے ایک کارڈ بھی تھا... ملاقاتی کارڈ... انسپکٹر جمشید نے احتیاط سے ان کاغذات اور کارڈ کو اٹھا لیا... یہ غالباً اس شخص کی جیب سے اس وقت گرے تھے... جب اس نے موٹر سائیکل سے اتر کر سڑک سے نیچے چھلانگ لگائی تھی... کیونکہ یہ سڑک کے بالکل نزدیک ہی پڑے نظر آئے تھے۔ اور اس کا مطلب ہے، وہ نیچے اتر کر زمین پر لڑھک گیا تھا... شاید اسے خود پر فائرنگ کا خوف تھا... کارڈ پر سرفراز غالب نام لکھا تھا... اور فون نمبر بھی درج تھا... باقی کاغذات پر گھریلو چیزوں کے نام لکھے تھے۔ جیسے کوئی بازار سے سامان لانے کے لیے چیزوں کے نام لکھ لیتا ہے۔

''آؤ بھی چلیں... اس شخص کا پتا معلوم ہو گیا۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''ایک منٹ ابا جان! یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کارڈ اور کاغذ ان لوگوں کو کیوں نظر نہیں آئے... جو اس کا تعاقب کر رہے تھے۔''

''ہو سکتا ہے، وہ تعاقب کرتے ہوئے آگے نکل گئے ہوں... یا

کچھ پیچھے سے ہی واپس مڑ گئے ہوں۔ دراصل انہوں نے تم لوگوں کو یہاں سے جاتے دیکھا تو یہ خیال کیا ہوگا کہ تم اسے اپنے ساتھ لے جا رہے ہو... اور غالباً وہ تم لوگوں کو پہچانتے تھے... تبھی تو ایکدم ہمارے گھر پر حملہ آور ہو گئے تھے...''

''جی ہاں... ضرور یہی بات ہے... ارے ہاں یاد آیا... اس کی موٹر سائیکل یہیں رہ گئی تھی... اور ہم انکل اکرام کو اس کے بارے میں بتانا بھول گئے تھے... اس کا نمبر البتہ ہم نے نوٹ کر لیا تھا... وہ موٹر سائیکل تو اب یہاں نظر نہیں آ رہی۔''

''تب پھر موٹر سائیکل کوئی لے اڑا... یا پھر جو لوگ اس کا تعاقب کر رہے تھے... وہ لے گئے۔'' انسپکٹر جمشید نے کہا۔

''اگر وہ موٹر سائیکل تک پہنچ گئے ہوتے تو یہ کارڈ اور کاغذ کیوں چھوڑ جاتے۔'' فرزانہ نے اعتراض کیا۔

''ہاں! یہ بات بھی ہے... تب پھر یہی کہا جا سکتا ہے کہ موٹر سائیکل کوئی اور لے اڑا... اور ڈنگو گینگ نے تم لوگوں کو اس جگہ سے واپس جاتے ہوئے دیکھ لیا... اور وہ ہمیں بہت اچھی طرح پہچانتے ہیں... اسی لیے انہوں نے فوری طور پر تعاقب بھی نہیں کیا... بلکہ کچھ دیر بعد گھر پہنچ گئے... بس یہی ہوا ہے... آؤ جلدی کرو... ہمیں فوراً اس کے گھر پہنچنا چاہیے... کیونکہ اس کی زندگی بھی بہت خطرے میں ہے اور زیادہ امید تو اس بات کی ہے کہ ڈنگو گینگ اسے ٹھکانے لگا چکا ہے۔''

''ارے باپ رے۔'' ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

کارڈ پر وجاہت کالونی مکان نمبر 304 لکھا ہوا تھا۔ وہ اس

پتے پر آسانی سے پہنچ گئے، لیکن دروازے پر تالا لگا تھا۔

انہوں نے ساتھ والے دروازے پر دستک دی... تو ایک ادھیڑ عمر آدمی باہر آیا:

''جی فرمائیے۔''

''ہم سرفراز غالب سے ملنے کے لیے آئے تھے... لیکن ان کے دروازے پر تالا لگا ہوا ہے... کیا آپ ہمیں ان کے بارے میں کچھ بتا سکتے ہیں۔''

''سرفراز صاحب صبح سویرے تالا لگا کر موٹر سائیکل پر گئے تھے... اب تک لوٹ کر نہیں آئے... جب کہ آج چھٹی کا دن ہے... دفتر تو انہیں جانا نہیں تھا... کسی دوست سے ملنے چلے گئے ہوں گے... اکیلے جو ہوئے۔''

''ہوں... ان کے کسی دوست کا نام بتا دیں پھر... ویسے یہ کام کیا کرتے ہیں۔''

''یہ اعظم تار املز میں ملازم ہیں... ان کے ایک قریبی دوست شیخ اسرار ہیں... وہ اکثر ان سے ملنے کے لیے آتے رہتے ہیں... اور غالباً وہ بھی اعظم تار املز ہی میں کام کرتے ہیں۔''

''اوہ... اوہ۔'' ان کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

''کیا کوئی گڑبڑ ہو گئی؟'' پڑوسی نے پوچھا۔

''جی ہاں... گڑبڑ ہو گئی ہے... ان کے دوست شیخ اسرار کو کسی نے قتل کر دیا ہے۔''

''کیا!!!'' اس مرتبہ پڑوسی چلایا۔

''آپ ان کے بارے میں ہمیں اور کیا بتا سکتے ہیں۔''

''کچھ زیادہ نہیں... یہ صاحب دنیا میں اکیلے ہیں... شادی کی تھی... لیکن بیوی بے چاری کو ٹائیفائیڈ ہو گیا... اور وہ فوت ہو گئی... اس کے بعد انہوں نے شادی نہیں کی... میں اس سے زیادہ ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتا... ویسے اچھے آدمی ہیں... محلے کے سبھی لوگوں سے اچھی طرح ملتے ہیں... دوسروں کے کام آنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔''

''ہم اس گھر کی اندر سے تلاشی لینا چاہتے ہیں۔''

''اس سلسلے میں بھلا میں کیا کہہ سکتا ہوں... یہ آپ کا کام ہے... آپ جانیں... آپ کا کام جانے۔''

تالا توڑا گیا اور پھر اندر کی تلاشی لی گئی... لیکن کوئی ایسی چیز نہ مل سکی... جو اس کیس کے سلسلے میں مددگار ہوتی... آخر وہ مایوس ہو کر باہر نکل آئے... دروازے پر دوسرا تالا لگا دیا گیا اور چابی پڑوسی کو دے دی گئی... رخصت ہونے سے پہلے انہوں نے پڑوسی سے کہا:

''وہ لوٹ آئیں تو انہیں بتا دیجیے گا... ان کے دوست کو قتل کر دیا گیا ہے اور یہ کہ وہ ہم سے فوراً رابطہ کریں... یہ ہمارے فون نمبرز ہیں۔''

اسے فون نمبرز دے کر وہ وہاں سے اعظم تار املز کی طرف روانہ ہوئے... ایسے میں فرزانہ نے کہا:

''ایسا لگتا ہے کہ سرفراز غالب کو شیخ اسرار کی طرف سے کوئی خوفناک اطلاع ملی تھی۔ بس اس اطلاع کو سن کر وہ بھاگ نکلا...''

''شاید یہی بات ہے... اور شاید اسے اس سلسلے میں بہت کچھ

معلوم ہے... خیر ہم اسے بھی تلاش کرنے کی کوشش کریں گے، ہماری سب سے بڑی پریشانی محمد حسین آزاد اور ان کے ساتھی ہیں... بس وہ مل جائیں... پھر ہم اس کیس کو دیکھ لیں گے۔''

آخر وہ اعظم تار املز پہنچ گئے... یہ کافی بڑی مل تھی... انہوں نے منیجر سے ملنے کے لیے اپنا کارڈ اندر بھجوایا... انہیں فوراً اندر بلا لیا گیا... مل کا منیجر ایک بھاری بھر کم آدمی تھا... اس نے اپنا تعارف اس طرح کرایا:

''خادم کو گلو بھائی کہتے ہیں... آپ لوگوں کا نام بہت سنا ہے... آپ کو دیکھ کر خوشی ہوئی... تشریف رکھیے اور بتائیے... میں کیا خدمت انجام دے سکتا ہوں۔''

''شیخ اسرار، عرفان سعید اور سرفراز غالب... یہ تین افراد آپ کی مل میں ملازم ہیں... ہم ان تینوں سے ملنا چاہتے ہیں۔'' محمود نے جلدی جلدی کہا۔

''تینوں سے کیسے... شیخ اسرار کو قتل کر دیا گیا ہے... باقی رہ گئے سرفراز غالب اور عرفان سعید... عرفان سعید سے آپ مل چکے ہیں... سرفراز غالب غائب ہیں۔'' یہ کہتے ہوئے گلو بھائی بھرپور انداز میں مسکرایا۔

''خوب خوب! آپ کی معلومات پر ہمیں حیرت ہے... واقعی منیجر ہو تو آپ جیسا... چلیے آپ ہمیں شاہ دل برادرز سے ملوا دیں۔''

''یہ تینوں حضرات بھی غائب ہیں... ان کا کوئی پتا نہیں چل رہا... میں تو خود ان سے رابطہ کرنے کی کوشش کر کے تھک چکا ہوں... ملز

کے کئی معاملات میں ان سے اجازت لینا تھی۔''

''کیا یہ تینوں حضرات اس مل کے مالک ہیں۔''

''جی ہاں! تینوں سگے بھائی ہیں... باپ کی طرف سے یہ مل انہیں ملی تھی... لہٰذا یہی کہا جا سکتا ہے کہ تینوں بہت خوش قسمت ہیں۔''

''ان کے والد کا نام کیا تھا؟'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''انہی کا نام تو تھا اعظم تارا۔''

''اوہ اچھا... یہ حضرات آجائیں تو ہماری ان سے بات کرا دیجیے گا... ویسے یہ عام طور پر کہاں اٹھتے بیٹھتے ہیں۔''

''آپ کا مطلب ہے... شاہ دل صاحبان۔''

''جی ہاں۔''

''عام طور پر ان کا اٹھنا بیٹھنا ہوٹل ٹاپ میں ہے... وہاں جانے کے بہت شوقین ہیں۔''

''شکریہ!'' وہ بولے۔ گلو بھائی سے ہاتھ ملا کر اس کے دفتر سے نکل آئے۔

''لگتا ہے، تفتیش کی گاڑی کچھ آگے نہیں سرک رہی۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''کیوں بھئی... آگے تو سرک رہی ہے... اب ہم ہوٹل ٹاپ جائیں گے... اور اگر ہم وہاں انہیں تلاش کر لیتے ہیں تو بس سمجھ لو، کام بن گیا۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''ہم تو سمجھ لیں گے ابا جان... ہمارا کیا جاتا ہے...'' فاروق نے منہ بنایا۔

اور وہ مسکرانے لگے...

''سوال یہ ہے کہ وہ موٹر سائیکل کہاں گئی... سرفراز غالب کہاں گیا... چلو سرفراز غالب تو مارے خوف کے کہیں چھپ گیا... موٹر سائیکل کون لے گیا۔''

''بھئی شہر سے باہر موٹر سائیکل پڑی کسی کو نظر آئی، وہ اسے لے اڑا، اس میں عجیب بات کیا ہے؟'' انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

''چلیے! آپ کہتے ہیں تو نہیں ہوگی کوئی عجیب بات... ارے ہاں... مم مگر...'' محمود کہتے کہتے رک گیا۔

''ارے ہاں مگر کیا؟'' فرزانہ نے اسے گھورا۔

''ہم تو شاہ دل برادرز کو پہچانتے بھی نہیں... ہوٹل میں جا کر کیا کریں گے۔''

''ان کی تصاویر لے لیتے ہیں... آؤ۔''

انہوں نے ایک بار پھر گلو بھائی کے دفتر کے دروازے پر دستک دے ڈالی... دروازہ ویسے ہی کھلا تھا... ان پر نظر پڑتے ہی اس نے کہا:

''فرمائیے... کیا کوئی بات رہ گئی؟''

''جی ہاں! آپ ہمیں شاہ دل برادرز کی چند تصاویر دکھا دیں... اور ایک آدھ دے بھی دیں... وہ ہمارے پاس بطور امانت ہوگی... لوٹا دی جائے گی۔''

''کوئی بات نہیں... ایک فائل میں ان کی تصاویر موجود ہیں۔''

اس نے جلد ہی فائل ان کے سامنے رکھ دی... وہ تینوں

بہت زیادہ ملتی جلتی شکل صورت کے تھے... عمر کے اعتبار سے 40 تا 45 سال کے ہوں گے... ان کے چہروں پر سختی کے آثار تھے... شاید وہ سخت طبیعت تھے:

''یہ ایک تصویر ہم رکھ لیتے ہیں۔''

''جی ضرور... کیا اب آپ ہوٹل ٹاپ جا رہے ہیں۔'' اس نے سرسری انداز میں کہا۔

انسپکٹر جمشید نے چونک کر اس کی طرف دیکھا... پھر سرد آواز میں بولے:

''لیکن آپ انہیں خبردار نہیں کریں گے۔''

''ارے نہیں... ایسی کوئی بات نہیں۔'' وہ ہنس دیا۔

''تو کیا آپ خبردار کر چکے ہیں۔''

''ن نہیں... بالکل نہیں۔''

''اپنا موبائل مجھے دیں۔'' وہ غرائے۔

''کیا مطلب... یہ کیا بات ہوئی... میں موبائل آپ کو کیوں دوں۔''

''میں نے کہا نا... موبائل مجھے دے دو۔'' ان کا لہجہ اور سرد ہو گیا۔

وہ کانپ گیا... اور پھر تھر تھر کانپتے ہاتھوں سے موبائل نکال کر ان کی طرف بڑھا دیا... انہوں نے ڈائل کی جانے والی کال کا نمبر اور وقت دیکھا... ابھی صرف ایک منٹ پہلے کال کی گئی تھی:

''یہ کس کا نمبر ہے۔''

''میرے ایک دوست کا۔''

''اچھی بات ہے۔'' یہ کہتے ہی انہوں نے موبائل کا بٹن دبا دیا... اس نمبر پر گھنٹی بجنے لگی... جلد ہی آواز ابھری:

''ہاں گلو بھائی... اب کیا بات ہے۔''

''سر! ایک عجیب بات ہو گئی... کیا آپ کسی طرح یہاں آ سکتے ہیں... چاہے تھوڑی دیر کے لیے آ جائیں۔'' انہوں نے گلو بھائی کی آواز حلق سے نکالی... گلو بھائی کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں...

ایسے میں محمود کے ہاتھ میں پستول نظر آیا... اس نے سرگوشی کی:

''خبردار... منہ سے آواز نہ نکلے... ورنہ اسی وقت گرفتار کر لیے جائیں گے۔''

دوسری طرف شاہ دل کہہ رہا تھا:

''نہیں گلو... تم جانتے ہی ہو... ہم نہیں آ سکتے... اور اب تم ہمیں فون نہ کرنا۔''

''اوکے سر۔'' وہ بولے۔

اور دوسری طرف سے فون بند کر دیا گیا...

''یہ نمبر شاہ دل کا تھا... اور وہ اس وقت ضرور ہوٹل ٹاپ میں ہیں... اب جونہی ہم یہاں سے نکلیں گے... آپ انہیں فون پر خبردار کر دیں گے۔''

''ن نہیں... میں... میں انہیں فون نہیں کروں گا...''

''اس بات کی کوئی گارنٹی نہیں... لہٰذا...''

''لہٰذا کیا...'' وہ فوراً بولا۔

''دو ترکیبیں ہیں... ایک یہ کہ آپ کو ایک گھنٹے تک حراست

میں رکھا جائے... دوسری ترکیب یہ ہے کہ آپ کے سر پر کوئی چیز مار کر
آپ کو بے ہوش کر دیا جائے۔''

''نن نہیں... نہیں۔'' وہ بوکھلا اٹھا۔

''تب پھر تیسری ترکیب آپ بتا دیں... یعنی جو آپ کو پسند
ہو۔'' وہ مسکرائے۔

''بس! میں انہیں فون نہیں کروں گا... آپ یقین کریں۔''

''نہیں بھئی... اس طرح تو ہم یقین کرنے سے رہے۔''

''تب پھر آپ مجھے اپنے ساتھ لے چلیں۔''

''نہیں... ایک اور ترکیب ذہن میں آ رہی ہے۔''

''اور وہ کیا۔''

''ہم یہاں آپ کے پاس ایک ماتحت کو چھوڑ دیتے ہیں... جب تک
ہم ہوٹل ٹاپ نہیں پہنچ جاتے... وہ اس وقت تک آپ کے ساتھ رہے گا۔''

''یہ خوب ہے۔'' وہ خوش ہو گیا۔

''لیکن۔'' انسپکٹر جمشید کا یہ لیکن بہت خوفناک انداز کا تھا۔

لل... لیکن کیا؟'' وہ ایک بار پھر گھبرا گیا۔

''اگر آپ نے اس ماتحت کو کوئی چکر دینے کی کوشش کی اور کسی نہ کسی
طرح شاہ دل برادرز کو اطلاع دے دی تو پھر آپ حوالات میں ہوں گے۔''

''منظور ہے۔'' اس نے فوراً کہا۔

اکرام کے ایک ماتحت کو بلایا گیا... اسے اچھی طرح سمجھا
دیا گیا... ماتحت نے ہاتھ میں پستول لے لیا اور بولا:

''اگر انہوں نے ذرا بھی کوئی حرکت کی تو میں اس پستول کی گولی

ان کی کھوپڑی میں اتار دوں گا۔''

گلو بھائی کو تو سانپ سونگھ گیا... اس نے گھبرا کر کہا:

''یہ... یہ تو آپ سے بھی کئی ہاتھ سخت ہیں۔''

''یہ تو خیر آپ کا سراسر الزام ہے... میں تو سرے سے سخت
ہوں ہی نہیں۔'' انسپکٹر جمشید مسکرا دیے اور وہ وہاں سے نکل کر ہوٹل ٹاپ کی
طرف روانہ ہوئے۔

ہوٹل ٹاپ شہر کا بہت مشہور ہوٹل تھا... لیکن آج سے پہلے
انہیں اس ہوٹل میں جانے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔

ہوٹل کے پارک میں گاڑی کھڑی کر کے وہ صدر دروازے
کی طرف آئے... دروازے پر موجود ملازم نے انہیں ادب سے سلام
کیا... اور بولا:

''معاف کیجیے گا سر... آپ کا داخلے کا کارڈ؟''

''کیا مطلب... کیا اس ہوٹل میں داخل ہونے کے لیے کسی
کارڈ کی ضرورت ہوتی ہے۔''

''جی ہاں... کم از کم چوبیس گھنٹے پہلے کارڈ حاصل کرنا پڑتا
ہے... اس کے بغیر داخل نہیں ہو سکتا... کیونکہ اس کارڈ کے مطابق ہی
بیٹھنے کی جگہ ملتی ہے۔''

''اور اگر کوئی یونہی کسی سے ملنے کے لیے آئے... میرا مطلب
ہے... اگر ہم ہوٹل میں ٹھہرے چند دوستوں سے ملاقات کرنا چاہیں۔''

''اس کے لیے دروازہ دوسرا ہے سر... کیونکہ اس طرف سے
آپ صرف رہائشی کمروں تک جا سکتے ہیں... ہال میں نہیں جا سکیں گے۔''

''چلیے... یہ بتا دیں... وہ دروازہ کس طرف ہے۔''

''یہیں سے بائیں طرف چلے جائیں... آپ اس گیٹ پر پہنچ جائیں گے۔''

''شکریہ!''

وہ بائیں طرف چل پڑے:

''کچھ زیادہ ہی بڑا ہوٹل لگتا ہے... کیوں نہ اس کے ہال کی سیر کر لی جائے۔'' فرزانہ پرجوش لہجے میں بولی۔

''پہلے ہم ان تینوں سے ملاقات کریں گے۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

دوسرے گیٹ پر بھی ملازم موجود تھا... اس نے فوراً کہا:

''آپ کو کس سے ملنا ہے۔''

''شاہ دل برادرز سے۔''

''اوہ اچھا... آپ کو کمرہ نمبر 309 میں جانا پڑے گا... سامنے لفٹ ہے... اس سے چلے جائیں... لفٹ آپریٹر آپ کو خود اس منزل پر اتار دے گا... جس پر کمرہ نمبر 309 ہے۔''

''بہت بہت شکریہ!''

لفٹ کے ذریعے وہ اس منزل پر آئے اور پھر کمرہ نمبر 309 کے دروازے پر پہنچ گئے۔ محمود نے دروازے پر دستک دی تو ندر سے آواز سنائی دی:

''کون؟''

ساتھ ہی اندر ایک دھماکا ہوا:

☆☆☆

دھماکہ

وہ گھبرا گئے... دروازے پر دباؤ ڈالا تو وہ اندر سے بند تھا... انہوں نے زوردار انداز میں دستک دی... لیکن اندر سے کوئی جواب نہ ملا... اس منزل پر اس وقت کوئی بھی نہیں تھا... انسپکٹر جمشید لفٹ کے پاس آئے... اور اس کا بٹن دبا دیا... جلد ہی لفٹ اس منزل پر آ کر رکی اور اس کا دروازہ کھل گیا... اندر آپریٹر موجود تھا:

''کیا ہوا جناب... شاہ دل برادرز اپنے کمرے میں نہیں ہیں؟'' اس نے قدرے حیران ہو کر کہا۔

''ہم نے اندر دستک دی تھی... اندر سے آواز آئی کون اور ساتھ ہی اندر ایک دھماکا ہوا...''

''جی... کیا کہا... دھماکا ہوا؟''

''ہاں! اندر دھماکے کی آواز گونجی تھی... اور پھر کوئی جواب نہ ملا... دروازہ اندر سے بند ہے... لہٰذا آپ ہوٹل کی انتظامیہ کے کسی ذمے دار کو ذرا بلائیں... تاکہ ان کی موجودگی میں دروازہ توڑا جاسکے...''

"اوہ... اوہ۔" اس کے منہ سے نکلا: پھر اس نے جیب سے موبائل نکال کر کسی کے نمبر ملائے اور سلسلہ ملنے پر صورتِ حال بتائی... پھر لفٹ نیچے چلی گئی... فوراً اس کے ذریعے تین آدمی اوپر آ گئے۔

"آپ آئے تھے ان سے ملنے کے لیے۔" ان میں سے ایک نے پوچھا۔

"جی ہاں۔"

"میں اس ہوٹل کا منیجر ہوں... میرا نام تابان سیفی ہے... یہ دونوں میرے نائب ہیں... ذرا مجھے پھر سے بتائیے... کیا ہوا تھا۔"

انہوں نے تفصیل سنا دی... تابان نے دروازے پر دباؤ ڈالا... پھر چابی لگا کر کھولنے کی کوشش کی... لیکن اندر سے چٹخنی لگی ہوئی تھی... آخر اس نے کہا:

"دروازے کو توڑنا پڑے گا... میں بلاتا ہوں... کسی کو۔"

"اگر آپ اجازت دیں تو میں توڑ دوں؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"آپ کیسے توڑیں گے... آپ کے پاس تو کوئی اوزار نہیں ہے۔"

"آپ بس اجازت دے دیں۔" وہ مسکرائے۔

"اجازت ہے۔" تابان بولا۔

وہ پیچھے ہٹے اور پوری رفتار سے دروازے کی طرف دوڑ پڑے... ان کا کندھا پوری قوت سے دروازے سے ٹکرایا... دروازے کے قبضے اکھڑ گئے اور اس کے پٹ کھل گئے... یہ دیکھ کر ان تینوں کی

آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں... ادھر انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا:

"ارے اندر تو کوئی نہیں ہے..."

"یہ... یہ کیسے ممکن ہے... خود آپ نے بتایا ہے کہ دستک کے جواب میں اندر سے کہا گیا تھا، کون... اور ساتھ ہی دھماکے کی آواز سنائی دی تھی۔"

"جی ہاں! یہی بات ہے... لیکن اب ہم دیکھ رہے ہیں کہ اندر کوئی بھی نہیں ہے۔"

"پتا نہیں کیا چکر ہے... بھلا کوئی بند کمرے سے کس طرح غائب ہو سکتا ہے۔"

"ہونے کو اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا۔" فاروق بول اٹھا۔

"کیا مطلب؟" وہ تینوں بولے۔

"میرا مطلب ہے... اس دور میں تو نہ جانے کس قدر عجیب عجیب باتیں سامنے آ رہی ہیں..."

"اگر آپ اجازت دیں تو ہم کمرے کا اندر سے جائزہ لے لیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"مجھے تو کوئی اعتراض نہیں... لیکن ظاہر ہے... اگر شاہ دل برادرز نہ لوٹے تو پولیس کو اطلاع دینا ہو گی... اور پولیس پوچھے گی کہ ہم نے آپ کو اندر کیوں داخل ہونے دیا... تو ہم کیا جواب دیں گے۔"

"اتفاق سے ہمارا تعلق بھی پولیس سے ہے... لہٰذا وہ آپ سے کچھ نہیں پوچھے گی۔"

"کیا کہا... آپ کا تعلق پولیس سے ہے... لیکن ہمارے

علاقے کے پولیس آفیسر کو تو میں اچھی طرح جانتا ہوں...''

''میرا تعلق خاص طور پر اس علاقے سے نہیں ہے... بلکہ سارے شہر سے ہے... آپ اپنے علاقے کے پولیس آفیسر کو بلالیں... وہ میری بات کی تصدیق کر دیں گے۔''

''اس کا مطلب ہے... اس وقت تک آپ اندر داخل نہیں ہوں گے۔''

''اگر آپ ایسا چاہتے ہیں تو ٹھیک ہے... کوئی اعتراض نہیں۔''

''ہاں! بہتر تو یہی ہوگا کہ انسپکٹر خاور جیلانی کے آنے پر ہی کارروائی کی جائے۔''

''اوکے... یونہی سہی... آپ انہیں فون کریں۔''

تابان نے فون کیا تو پندرہ منٹ بعد انسپکٹر خاور جیلانی وہاں پہنچ گئے۔ انہیں دیکھ کر وہ بہت زور سے اچھلے:

''اوہو... آپ لوگ یہاں موجود ہیں تو پھر میری کیا ضرورت تھی۔''

''کیا مطلب... یہ کون حضرات ہیں۔''

''یہ... انسپکٹر جمشید ہیں۔''

''اوہو... اوہو... اب میں سمجھا... انہوں نے ایک ہی ٹکر سے دروازہ کیونکر کھول دیا تھا...''

اب انسپکٹر جمشید نے انہیں صورت حال بتائی... پھر وہ کمرے میں داخل ہوئے... اس کمرے سے باہر نکلنے کے لیے صرف دروازہ ہی تھا

اور کوئی راستہ نہیں تھا۔

''حیرت ہے... کمال ہے... جب نکلنے کا کوئی راستہ ہی نہیں تو پھر وہ تینوں کیسے نکل گئے۔'' انسپکٹر خاور جیلانی بولے۔

انسپکٹر جمشید نے ان کی بات کا کوئی جواب نہ دیا... ان کی نظریں کھڑکی پر جمی تھیں... اور یہ دیکھ کر ان کی حیرت کا کوئی ٹھکانا نہیں رہا تھا کہ یہاں بھی بالکل ویسی ہی سلاخیں لگی تھیں:

''اُف مالک... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔'' انسپکٹر جمشید نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

''کک... کیا دیکھ رہے ہیں۔''

''پہلے یہ بتائیں تابان صاحب... اس کھڑکی کے دوسری طرف کیا ہے۔''

''برآمدہ... لیکن اس برآمدے میں ہم اس طرف سے نہیں جا سکتے... نیچے جا کر لفٹ پر بیٹھنا پڑے گا... یعنی دوسری لفٹ میں... تب اس برآمدے پر اتر سکیں گے... سوال یہ ہے کہ آپ یہ کیوں پوچھ رہے ہیں۔'' تابان بولا۔

''ایک منٹ...'' انہوں نے کہا اور اکھڑے ہوئے دروازے کا جائزہ لینے لگے... جلد ہی انہوں نے کہا:

''دروازے میں میجک آئی لگی ہوئی ہے... ہمارے دستک دینے سے پہلے ہی انہیں معلوم ہوگیا تھا کہ ہم لوگ آرہے ہیں... وہ شاید ہمیں پہچانتے تھے... یا پھر... اوہ ہاں یہی بات ہے... تابان صاحب... مہربانی فرما کر اس کلرک کو بلائیں... جس نے ہمیں شاہ دل

برادرز کے کمرے کے بارے میں بتایا تھا۔

''ابھی بلا دیتے ہیں۔''

تابان نے اسے فون پر ہدایات دیں... جلد ہی وہ کلرک اوپر آگیا:

''ہم نے آپ کو بتایا تھا کہ ہمیں شاہ دل برادرز سے ملنا تھا... آپ نے ہمیں لفٹ میں اوپر جانے کے لیے کہا تھا... اور یہ کہا تھا کہ ہم لفٹ آپریٹر کو بتا دیں تو وہ ہمیں کمرہ 309 والی منزل پر اتار دے گا۔''

''جی ہاں! یہی بات ہے۔''

''تو کیا آپ نے شاہ دل برادرز کو بھی اطلاع دی تھی کہ ان سے کچھ لوگ ملنے کے لیے آرہے ہیں۔''

''جی ہاں! اس لیے کہ شاہ دل کی ہدایات بھی تھیں کہ کوئی ان سے ملنے کے لیے آئے تو ساتھ ہی انہیں اطلاع دی جائے... لہٰذا میں نے انہیں بتایا تھا کہ ان سے ملنے کے لیے چار افراد آرہے ہیں۔''

''اور انہوں نے جواب میں کیا کہا تھا...''

''بس کچھ بھی نہیں... اچھا کہہ کر فون بند کر دیا تھا انہوں نے۔''

''بس شکریہ... آپ جا سکتے ہیں۔''

اس کے جانے کے بعد انسپکٹر جمشید نے کہا:

''ان تینوں کو جب اطلاع ملی کہ کچھ لوگ ان سے ملنے کے لیے آرہے ہیں تو ان میں سے ایک نے نظر میجک آئی سے لگا دی... جلد ہی اسے ہم نظر آئے۔ ہم نے آتے ہی دستک دے ڈالی... اس کے بعد ہم نے ایک عدد دھماکے کی آواز سنی اور پھر اندر سے کوئی جواب نہ دیا گیا...

اب ہم دیکھ رہے ہیں کہ اندر تین میں سے ایک بھی نہیں ہے... دھماکے سے پہلے ہم نے خود اندر سے کسی ایک کو کون کہتے سنا ہے... اس کا مطلب ہے... وہ اندر تھے...''

''لیکن اب نہیں ہیں...'' خاور جیلانی نے فوراً کہا۔

''جی ہاں... اب وہ تینوں کمرے میں نہیں ہیں... دروازہ ٹوٹنے پر وہ دروازے سے نکلے بھی نہیں... نکلتے بھی کیسے... ہم جو دروازے پر موجود تھے... لہٰذا سوال یہ ہے کہ وہ کہاں گئے...''

''یہ آپ بتائیں۔'' خاور جیلانی نے منہ بنایا۔

''تب پھر سنیے... بالکل ایسا ہی ایک کیس ہو چکا ہے... شیخ اسرار نامی ایک شخص کو قتل کر دیا گیا ہے... لیکن اس کی لاش بند کمرے سے ملی... بظاہر وہ خودکشی کا کیس تھا... لیکن تفتیش کرنے پر صاف معلوم ہو گیا، اسے قتل کیا گیا ہے... اور کمرہ بند تھا... دروازہ توڑا گیا... اندر لاش پھندے سے لٹک رہی تھی... آخر ہم نے پتا چلا لیا کہ قاتل اندر کس طرح داخل ہوا تھا۔''

''کیسے داخل ہوا تھا۔''

''جیسے وہ تینوں کمرے سے نکل گئے اور کمرہ اندر سے بند تھا... ہمیں توڑنا پڑا۔''

''تو بتائیے نا... وہ کیسے نکل گئے۔'' خاور جیلانی نے منہ بنایا۔

''ابھی بتاتا ہوں...''

یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید کمرے کی کھڑکی کی طرف بڑھے... انہوں نے اس کی سلاخوں کو گھمانا شروع کیا... ایک ایک کر کے تمام سلاخیں نکل

آئیں... اور کھڑکی کے راستے کمرے سے نکلنا آسان نظر آنے لگا:

''یہ... یہ کیا؟'' مارے حیرت کے خاور جیلانی اور منیجر تابان سیفی کے منہ سے نکلا۔

''بالکل اسی طرح سلاخیں نکال کر شیخ اسرار کے کمرے میں قاتل داخل ہوا تھا۔''

''اُف مالک... یہ تو ہوٹل ہے... اور وہ شیخ اسرار کا گھر ہے۔''

''یہی تو اس کیس کی دلچسپ ترین بات ہے... وہ مکانات شاہ دل برادرز نے ہی اپنے ملازمین کے لیے بنوائے ہوئے ہیں... اور یہاں بھی شاہ دل برادرز موجود تھے... مسٹر تابان! اس ہوٹل کا مالک کون ہے۔'' انہوں نے اچانک پوچھا۔

تابان کا رنگ اڑ گیا... اس سے جواب بن نہ پڑا:

''آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔'' انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

اب بھی اس نے کوئی جواب نہ دیا... اس مرتبہ خاور جیلانی نے حیرت زدہ آواز میں کہا:

''آپ کو ہو کیا گیا... سوال کا جواب کیوں نہیں دیتے۔''

''ن... نہیں... نہیں۔'' تابان کھوئے کھوئے انداز میں بولا۔

''اوہو... تابان صاحب... آپ کو کیا ہو گیا ہے... کہیں سانپ تو نہیں سونگھ گیا۔'' فاروق نے جھلا کر کہا۔

''ن نہیں۔'' مارے خوف کے پھر اس کے منہ سے نکلا۔

''دیکھیے... ن نہیں کہنے سے کام نہیں چلے گا... آپ کو بتانا ہوگا... اس ہوٹل کا مالک کون ہے۔''

''اس بات کو مالکان کبھی ظاہر نہیں کرتے۔'' آخر وہ بولا۔

''لیکن اب ظاہر کرنا ہوگا... معاملہ ایک قتل کا ہے۔''

''تب پھر سن لیں... یہ ہوٹل شاہ دل برادرز کا ہے۔''

''کیا!!!'' مارے حیرت کے ان کے منہ سے نکلا۔

☆☆☆

پناہ

چند لمحے سکتے کے عالم میں گزر گئے... ان کی نظریں منیجر تابان پر جمی تھیں... اور وہ کافی خوف زدہ نظر آرہا تھا:

''یہ ہوٹل شاہ دل برادرز کا ہے... تب ان کے لیے اپنے ہوٹل میں ایسی سلاخیں لگوانا کیا مشکل تھا... دیکھیے تابان صاحب... اب یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ انہوں نے شیخ اسرار کو قتل کیا ہے... قانون کے ہاتھوں سے وہ بچ تو سکتے نہیں... آپ کے حق میں بہتر یہ ہے کہ آپ قانون کی مدد کریں اور اگر ہمیں بتا دیں کہ وہ کہاں ہیں... اس طرح آپ قانون کی مدد کرنے والے گنے جائیں گے... اور اگر آپ نے نہ بتایا... اور ہمیں کسی طرح معلو ہوگیا کہ آپ کو معلوم تھا، وہ کہاں ہیں تو آپ کو ایک قاتل کی مدد کے الزام میں گرفتار کیا جائے گا۔''

''نن نہیں... مجھے بالکل کچھ نہیں معلوم نہیں... مجھے تو اس کھڑکی کے بارے میں بھی معلوم نہیں تھا... اگر آپ کو بعد میں معلوم ہو کہ مجھے ان کے بارے میں معلوم تھا اور میں نے چھپایا ہے تو آپ مجھے گرفتار کر لیجیے گا۔'' اس نے جذباتی انداز میں کہا۔

''لگتا ہے... آپ سچ بول رہے ہیں۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''اللہ آپ کا بھلا کرے...'' وہ خوش ہوگیا۔

''اچھا... آپ اتنا تو بتا سکتے ہیں... ان تینوں کا کن لوگوں سے زیادہ ملنا جلنا ہے... کون لوگ ان کے قریبی دوست ہیں۔''

''ان کا ایک ہی قریبی دوست ہے... اکثر ان سے ملنا جلنا رہتا ہے... وہ ان کے ہاں اکثر آتے جاتے ہیں اور یہ ان کے ہاں اور یہ بات میں قانون کی مدد کے لیے بتا رہا ہوں، ورنہ میں ان کا ملازم ہوں۔''

''بالکل ٹھیک... ہم آپ کے شکر گزار ہوں گے... آپ بتائیں... وہ کون ہے۔''

''وہ ہیں سکھو جان لپاڈیا... مشہور و معروف سیاست دان۔''

''کیا!!!'' ان کے منہ سے مارے حیرت کے ایک ساتھ نکلا۔

ایک بار پھر وہاں سناٹا چھا گیا... پھر انسپکٹر خاور جیلانی کی خوف میں ڈوبی آواز سنائی دی۔

''اُف مالک!... بات کہاں کی کہاں پہنچ گئی... میں خود کو اس معاملے سے الگ کر رہا ہوں جناب...''

''یہ کیا بات ہوئی... آپ کے علاقے سے تین عدد قاتل فرار ہوئے ہیں...''

''لیکن سر... قتل میرے علاقے میں نہیں ہوا...''

''پھر بھی... آپ کو انہیں تلاش کرنے کے سلسلے میں تو مدد تو کرنی چاہیے...''

''مہربانی فرما کر اس کیس سے مکمل طور پر آپ خود ہی نبٹ

لیں... میری ایسی حیثیت کہاں کہ سکھو جان لپاڈیا سے ٹکرے سکوں... اگر یہ صاحب شاہ دل برادرز کے دوست ہیں تو شاہ دل برادرز کو اس شخص سے بہتر پناہ کس سے مل سکتی ہے۔ وہ یہاں سے ضرور سکھو جان کے ہاں گئے ہوں گے... اور جاتے ہی ساری بات انہیں بتا دی ہوگی... اور سکھو جان نے انہیں چھپا دیا ہوگا... اس کا صاف مطلب ہے... اب یہ جنگ شاہ دل برادرز سے نہیں سکھو جان سے لڑی جائے گی۔ یہ بات بہت مشہور ہے کہ سکھو جان اگر کسی کو پناہ دے دے تو وہ اسے کبھی کسی صورت میں اس کے مخالف کے حوالے نہیں کرتا... اب یہ بات بھی کہی جا سکتی ہے... سکھو جان لپاڈیا شاہ دل برادرز جیسے لوگوں سے الیکشن میں مالی امداد تھوک کے حساب سے لیتے ہیں... اور چونکہ وہ پوری طاقت سے ان کی مدد کرتے ہیں... اس لیے بعد میں اسی حساب سے فائدے اٹھاتے ہیں... یہ دراصل سارا الیکشن جیتنے کا کھیل ہوتا ہے... اب اگر سکھو جان شاہ دل کو بچانے کی کوشش نہیں کرے گا... تو الیکشن میں شاہ دل برادرز اس کے کیا کام آئیں گے... اس لیے میری درخواست ہے... مجھے اس معاملے میں شریک نہ کریں۔''

''اچھی بات ہے... ہم خود ہی نبٹ لیں گے... آپ جا سکتے ہیں۔'' انسپکٹر جمشید خوش دلی مسکرا دیے اور انسپکٹر خاور جیلانی رخصت ہوگیا۔

''بہتر ہوگا کہ پہلے آپ آئی جی صاحب سے بات کر لیں۔'' فرزانہ نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

''گھبرانے کی ضرورت نہیں... قانون ہمارے ساتھ ہے۔''

پھر انہوں نے آئی جی صاحب کے نمبر ملائے اور ساری تفصیل سنا دی... ان کے خاموش ہونے پر بھی آئی جی صاحب کی آواز سنائی نہ دی تو وہ پریشان ہو گئے اور بولے:

''سر... آپ خاموش ہو گئے۔''

''ہاں جمشید! معاملہ بہت سنگین ہے... اس پر غور کرنا ہوگا... تم ایسا کرو کہ یہیں آ جاؤ... اور ہاں بہتر ہوگا کہ اس کیس میں خان رحمان اور پروفیسر داؤد کو بھی شامل کر لو۔ ان سے بھی مشورہ ہو جائے گا۔''

''حیرت ہے سر... اس میں مشورے کی کیا بات ہے... ایک جرم ہوا ہے، ایک انسان کو قتل کیا گیا ہے... قاتلوں کے خلاف ہمارے پاس ثبوت موجود ہیں... اب اگر ان قاتلوں کو کوئی بڑا سیاست دان پناہ دے دیتا ہے تو کیا ہم انہیں گرفتار کرنے سے رک جائیں گے۔''

''نہیں... ایسی بات نہیں... بلکہ ہم انہیں کس طرح گرفتار کریں... اس پر غور کرنا ہے... اس لیے میں آپ سب کو بلا رہا ہوں۔''

''اچھی بات ہے سر... ہم آ رہے ہیں۔''

اور پھر وہ سب آئی جی صاحب کے دفتر جا پہنچے... انہوں نے اداس مسکراہٹ کے ساتھ ان کا استقبال کیا... پھر بولے:

''ابھی ابھی صدر صاحب کا فون آیا ہے۔''

''جی... کیا مطلب؟''

''انہوں نے کہا ہے... سکھو جان لپاڈیا سے کسی بھی سلسلے میں کوئی پوچھ گچھ نہ کی جائے۔''

''یہ کیا بات ہوئی سر... کیا قانون سب کے لیے برابر نہیں

ہے۔''

''یہی کہا جا سکتا ہے جمشید... لیکن ہم مجبور ہیں... کچھ نہیں کر سکتے... ہمیں تو اوپر سے جو حکم ملے گا... اسے بجا لانا ہو گا...''

''مجھے افسوس ہے سر... میں ایسا نہیں کر سکوں گا۔''

''کیا مطلب جمشید... یہ تم نے کیا کہا۔''

''سر! میں شیخ اسرار کے قاتلوں کو گرفتار کروں گا۔''

ان کا جواب سن کر آئی جی صاحب مسکرا دیے اور بولے:

''صدر صاحب اور میرا پہلے ہی یہ خیال تھا...''

''اس کا مطلب ہے... آپ مجھے آزما رہے تھے۔'' انسپکٹر جمشید خوش ہو کر بولے۔

''نہیں جمشید... تم غلط سمجھے۔''

''آپ نے کیا فرمایا سر... میں غلط سمجھا۔'' انسپکٹر جمشید چونکے۔

''ہاں جمشید... صدر صاحب نے خیال ظاہر کیا تھا کہ انسپکٹر جمشید نہیں مانیں گے اور میں نے ان کی تائید کی تھی۔''

''کیا مطلب؟''

''یہ رہا تمہارا استعفیٰ جمشید... اگر تم شاہ دل برادرز کو گرفتار کیے بغیر نہیں رک سکتے تو اس استعفے پر دستخط کر دو... پھر تم جو جی میں آئے کرنا۔''

''لائیے سر۔'' انہوں نے لاپروائی سے کہا۔

''جمشید! یہ... یہ تم کیا کر رہے ہو۔'' خان رحمان بول اٹھے۔

''یہی میں کہنا چاہتا ہوں... لیکن میں جانتا ہوں، یہ میری نہیں

مانیں گے... پروفیسر صاحب... آپ ہی انہیں سمجھائیں... صدر صاحب کی پورے ملک کے حالات پر نظر ہے... ان کا فیصلہ ملک کے امن و امان کے تحت بہت اچھا فیصلہ ہے... اور تمہیں بھی اس فیصلے کو مان لینا چاہیے۔''

''اگر ہم شاہ دل برادرز کو سزا نہیں دیں گے تو یہ بات ملک کے امن و امان کے بالکل خلاف ہو گی... اس کا نتیجہ تو بعد میں نکلے گا... اس وقت پانی سر سے اونچا ہو چکا ہو گا۔''

''تم کچھ بھی کہو جمشید... صدر صاحب کا حکم ماننے پر میں مجبور ہوں... لہٰذا یا تو تم اس پر دستخط کرو گے... یا پھر یہ اقرار کرو گے کہ اس معاملے میں مزید کوئی قدم نہیں اٹھاؤ گے۔''

''مجھے افسوس ہے سر... میں یہ اقرار نہیں کر سکوں گا۔''

''تب پھر دستخط کر دو... اور یہ میرا حکم نہیں ہے جمشید... دستخط کرنے کی صورت میں تم اپنے تمام اختیارات سے محروم ہو جاؤ گے۔''

''اچھی بات ہے سر... میں دستخط کر رہا ہوں۔''

''جمشید... ایک بار پھر سوچ لو... اس طرح تم قانون کی مدد سے بالکل محروم ہو جاؤ گے۔''

''بات سوچنے کی تو ہے ہی نہیں سر... ایک شخص کو قتل کیا گیا ہے... ہم قاتلوں کو کس طرح چھوٹ دے سکتے ہیں... انہیں تو گرفتار کر کے جیل بھیجنا ہو گا۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو پھر یہ قانون کے ساتھ مذاق ہو گا اور میرے ملک کے قانون کا کوئی مذاق اڑائے... یہ میں برداشت نہیں کروں گا۔''

''آپ کیا کہتے ہیں پروفیسر صاحب۔'' ان کے خاموش ہو

پر آئی جی صاحب بول اٹھے۔

''بات یہ ہے، شیخ صاحب! ہم لوگ تو بس جمشید کے ساتھ ہیں... جو جمشید کریں گے ہم بھی کریں گے... جو یہ نہیں کریں گے... ہم بھی نہیں کریں گے۔''

''اور میں بھی یہی کہتا ہوں۔'' خان رحمان نے فوراً کہا۔

''آپ لوگوں کی مرضی... دستخط کر دو جمشید۔''

''جی اچھا!'' انہوں نے کہا اور دستخط کر دیے۔

ساتھ ہی انہوں نے اپنے بیج وغیرہ اتار کر ان کے سامنے رکھ دیے:

''خصوصی اجازت بھی جمشید۔''

''جی ہاں کیوں نہیں۔''

اور پھر وہ ان سے رخصت ہونے لگے... اس وقت انہوں نے کہا:

''خیال رہے جمشید... تم مجھے بہت عزیز ہو... کوئی غلط قدم نہ اٹھانا۔''

''سر! اگر شاہ دل برادرز ملک میں آزادانہ گھومتے رہے تو وہ اور سکھو جان لپاڈیا ہم سب پر ہنسیں گے... اور اس قدر ہنسیں گے کہ کوئی کسر نہیں چھوڑیں گے...''

''اس سے تمہارا کچھ نہیں بگڑ جائے گا۔'' وہ بولے۔

''جی ہاں سر... لیکن قانون کی دھجیاں ضرور بکھریں گی... میں یہ کیسے برداشت کروں گا۔''

''تب پھر جمشید! اگر تم قانون کی گرفت میں آگئے تو کوئی رعایت نہیں ہوگی۔''

''قانون سکھو جان لپاڈیا کے بارے میں اتنا سخت کیوں نہیں ہے سر۔''

''جمشید! تم جا سکتے ہو۔'' آئی جی صاحب نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

اور وہ انہیں سلام کر کے باہر نکل آئے:

''اب کیا پروگرام ہے جمشید۔'' پروفیسر داؤد نے باہر نکلتے ہی کہا۔

''اب ہمارا سائے کی طرح تعاقب کیا جائے گا... لہٰذا ہم سیدھے گھر جائیں گے۔''

''لیکن گھر جانے کی صورت میں... کیس پر کام رک جائے گا۔''

''نہیں رکے گا پروفیسر صاحب... نہیں رکے گا۔'' وہ مسکرا دیے۔

اور پھر وہ گھر پہنچ گئے... انہوں نے لائبریری میں ڈیرہ جمایا... پھر انسپکٹر جمشید نے چند فون ادھر ادھر کیے... اور آخر موبائل بند کر کے ان کی طرف مڑے... سب سے پہلے انہوں نے بیگم سے کہا:

''بیگم آج ہم بہت مزے دار چیزیں کھانا پسند کریں گے۔''

''معلوم ہوتا ہے، کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آگیا ہے۔''

''کوئی ایسا ویسا...''

''جلدی سے بتا دیں... میں الجھن محسوس کر رہی ہوں۔''

''بہت زیادہ الجھن محسوس نہ کرنا بیگم... کچھ الجھن بچا کر بھی رکھ لینا۔'' وہ مسکرائے اور پھر انہوں نے ساری تفصیل سنا دی... وہ سن کر ہنس پڑیں۔

''ہائیں... بیگم تم ہنس رہی ہو۔''

''تو اور کیا کروں... ایسا تو آپ کے ساتھ آئے دن ہوتا رہتا ہے۔''

وہ بھی مسکرا دیے... جلد ہی لائبریری میں کھانے پینے کی چیزیں پہنچ گئیں اور وہ ان سے انصاف کرنے کے ساتھ ساتھ کیس پر بات چیت بھی کرنے لگے:

''آخر اب تم کرو گے کیا جمشید...''

''میرا خیال ہے، ہمارے گھر کی نگرانی شروع ہو چکی ہو گی... فاروق! ذرا چھت کا چکر لگا آنا۔''

''جی اچھا... صرف چکر ہی لگا کر آؤں یا کچھ اور بھی کروں۔'' فاروق مسکرایا۔

''کچھ اور کیا؟'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''نگرانی والے کی تعداد وغیرہ اور یہ کہ انہوں نے کہاں کہاں مورچے جمائے ہیں۔''

''پوری احتیاط کے ساتھ جتنا جائزہ لے سکتے ہو، لے آؤ۔'' انہوں نے بڑا سا منہ بنایا۔

''جی اچھا... میں احتیاط کا دامن نہیں چھوڑوں گا...''

یہ کہتے ہی وہ زینے کی طرف چلا گیا...

''یہ بات تو طے ہے جمشید... کہ تم اب آرام سے نہیں بیٹھو گے۔''

''آرام سے تو میں پہلے بھی نہیں بیٹھا... ارے ہاں... آئی جی صاحب ایک بات تو بھول ہی گئے۔'' وہ چونکے۔

یہ کہتے ہی انہوں نے آئی جی صاحب کے نمبر ڈائل کیے... فوراً ہی ان کی آواز سنائی دی:

''تو تم نے ارادہ بدل دیا... یہ جان کر خوشی ہوئی... میں استعفے کا کاغذ پھاڑ رہا ہوں۔''

''نہیں سر... ایسا نہ کیجیے گا... ورنہ آپ کو دوسرا لکھوانا پڑے گا۔''

''کیا مطلب؟'' شیخ نثار احمد چونکے۔

''میں نے ارادہ نہیں بدلا... صرف یہ بتانے کے لیے فون کیا ہے کہ اب آپ محمد حسین آزاد برادرز کے بارے میں کیا کریں گے۔''

''یہ ہمارے لیے کوئی مسئلہ نہیں... سکھو جان لپاڈیا کو فون کر دیا ہے... اسے بتا دیا ہے... ہمارے آدمی رہا کر دے... ہم اس کے خلاف کسی کارروائی کا ارادہ نہیں رکھتے... یہ سن کر اس نے فوراً کہا تھا... اور انسپکٹر جمشید؟ اس پر میں نے بتایا کہ تم سے استعفیٰ لے لیا گیا ہے... اس پر اس نے بہت خوشی کا اظہار کیا اور بتایا کہ ہمیں غلط فہمی ہوئی ہے... کوئی سرکاری آدمی اس کے قبضے میں نہیں... اور جمشید... اس فون کے آدھ گھنٹے بعد محمد حسین اور اس کے ماتحت یہاں پہنچ گئے... لہٰذا اب یہ ہمارے

لیے کوئی مسئلہ نہیں رہ گیا۔''

''چلیے... یہ کچھ بُرا نہیں رہا...''

اس کے بعد انہوں نے فون بند کر دیا... اور اپنے ساتھیوں سے بات شروع کر دی... جلد ہی فاروق کی واپسی ہوئی...

انہوں نے دیکھا اس کا چہرہ دودھ کی طرح سفید تھا اور آنکھوں میں خوف ہی خوف تھا:

☆☆☆

سیاہ پوش

''کیا ہوا بھئی... تم نے موت کو تو نہیں دیکھ لیا... لیکن موت کو سامنے دیکھ کر ہم اس حد تک تو خوف محسوس نہیں کرتے...'' محمود نے اسے گھورا۔

''ہمارے گھر کو بُری طرح گھیرے میں لیا جا چکا ہے... اس طرح کہ ہم کسی بھی سمت سے نکل نہیں سکتے۔''

''یہ کیا... کیا ہم اس ملک کے شہری بھی نہیں رہے۔'' خان رحمان نے بھنا کر کہا۔

''میں پوچھتا ہوں...'' انسپکٹر جمشید نے کہا اور گھر سے باہر نکل آئے... انہوں نے دیکھا... ان کا گھر واقعی گھیرے میں تھا... لیکن یہ لوگ پولیس کے محکمے سے تعلق نہیں رکھتے تھے... انہیں باہر نکلتے دیکھ کر وہ جوں کے توں کھڑے رہے... جیسے انہیں دیکھا ہی نہیں... انسپکٹر جمشید یہ محسوس کر کے واپس مڑے اور اپنی گاڑی میں آ بیٹھے... باقی بھی گاڑی میں بیٹھ گئے۔

''کیا ارادہ ہے جمشید۔''

''یہ دیکھنا ہے کہ ہمارے مخالفین کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔''

''ہاں ٹھیک ہے جمشید۔'' خان رحمان نے فوراً سر ہلایا۔

اب ان کی کار کوٹھی سے باہر نکل آئی... وہ ایک سڑک پر آ گئے... کسی نے انہیں روکنے کی کوشش نہ کی... تاہم فوراً ہی ان کا تعاقب شروع ہو گیا... ان کے آگے بھی دو گاڑیاں آ گئیں... صاف محسوس ہو رہا تھا کہ وہ آگے پیچھے رہنا چاہتے ہیں تاکہ ان کی گاڑی کسی طرح بھی نظروں سے اوجھل نہ ہو سکے...

وہ ادھر ادھر گھوم پھر کر گھر واپس لوٹ آئے... گھر تک تعاقب اسی انداز میں کیا گیا... اندر آنے پر انسپکٹر جمشید نے کہا:

''یہ لوگ صرف نگرانی چاہتے ہیں... تاکہ ہم جہاں بھی جائیں... یہ اس بارے میں ساتھ ساتھ بتاتے رہیں... اور یہ ضرور سمجھو جان لپاڈیا کے آدمی ہیں... مطلب اس نگرانی کا یہ ہے کہ ہم اس کا رخ نہ کر سکیں... جب کہ ہمیں اس کا رخ کرنا ہے... اس کے پاس شاہ دل برادرز نے پناہ لے رکھی ہے...''

''پھر جمشید... اب تم کیا کرو گے۔''

''فی الحال تو یہ غور کروں گا کہ ہم کیا کر سکتے ہیں... اور میں آپ لوگوں کو بھی غور کی دعوت دیتا ہوں۔''

''دعوت بھی دی تو کس چیز کی۔'' فاروق نے برا سا منہ بنایا... باقی لوگ مسکرائے بغیر نہ رہ سکے...

اور پھر وہ سوچ کے سمندر میں اتر گئے... آخر فرزانہ نے ایک ترکیب ان کے کانوں میں بتائی... انسپکٹر جمشید فوراً ہی خفیہ کمرے میں

گئے اور چند فون اِدھر اُدھر کیے... اس فون کے بارے میں بس محکمے کے ایک دو آدمیوں کو معلوم تھا... اور وہ ان کے قریبی دوست تھے...

فون کر کے وہ پھر اوپر آ گئے... دوسرے دن ان کا گھر کے دروازے پر ایک کار آ کر رکی... اس میں دو عورتیں اور تین مرد تھے... ایک نے اتر کر دروازے کی گھنٹی بجائی... محمود نے دروازہ کھولا اور گرم جوشی سے علیک سلیک کے بعد دروازہ کھول دیا... کار اندر داخل ہو گئی...

کچھ دیر بعد انسپکٹر جمشید نے اپنے ساتھیوں اور قریبی عزیزوں کو فون کرنے شروع کیے۔ وہ انہیں بتا رہے تھے کہ آج رات وہ اپنے دوستوں کو ایک شان دار دعوت دے رہے ہیں اور یہ دعوت وہ اپنے استعفیٰ دینے کی خوشی میں دے رہے ہیں۔

دوست احباب کو یہ خبر سن کر بہت حیرت ہوئی... ساتھ ہی انہیں بتایا گیا کہ یہ دعوت تمام رات جاری رہے گی... صبح فجر سے پہلے ختم ہو گی...

ساتھ ہی دعوت کا انتظام کرنے والے پیشہ ور لوگ وہاں پہنچ گے... انہوں نے اپنا کام شروع کیا... انہیں سامان لانے لے جانے کے لیے بار بار آنا جانا پڑ رہا تھا... کبھی وہ اپنی گاڑیوں میں بیٹھ کر جا رہے تھے... تو کبھی آ رہے تھے...

رات کے ٹھیک دس بجے دعوت شروع ہوئی... انسپکٹر جمشید، محمود، فاروق، فرزانہ، خان رحمان اور پروفیسر داؤد سب کے سب دروازے پر مہمانوں کا استقبال کر رہے تھے... جب سب مہمان آ چکے تب وہ اندر آئے... اور دعوت شروع ہوئی...

پروگرام بہت رنگا رنگ تھا... اس میں سرکاری عہدے داروں کو بھی بلایا گیا تھا... یہاں آئی جی شیخ نثار احمد اور ڈی آئی جی افتخار احمد خان بھی آئے ہوئے تھے۔ ایسے میں ایک آواز ابھری:

''واہ... ڈراما خوب رچایا انسپکٹر جمشید نے۔''

اس آواز نے سب کو چونکا دیا... انہوں نے ادھر ادھر دیکھا... لیکن بولنے والا نظر نہ آیا:

''آپ میں سے کون صاحب بولے تھے... مہربانی فرما کر سامنے آکر بات کریں... اور اپنی بات کی وضاحت کریں...''

کوئی سامنے نہ آیا... البتہ آواز ابھری:

''آپ کیا سمجھتے ہیں... آپ بہت چالاک ہیں اور دوسرے آپ کی چالاکی کو بھانپ نہیں سکتے... لیکن ایسی بات نہیں... اس دعوت کی آڑ میں دراصل آپ سکھو جان پر حملہ کرنا چاہتے ہیں... آپ خود یہاں نہیں ہیں... سکھو جان کی تلاش میں نکل چکے ہیں... اور جو لوگ یہاں ہیں... وہ دراصل انسپکٹر جمشید کے میک اپ میں ہیں... اور میں ہوں... سکھو جان کا خادم۔''

بولنے والا اب بھی نظر نہیں آرہا تھا... بس اس کی آواز گونج رہی تھی:

''یہ بات غلط ہے... میں اور میرے بچے اور میرے دوست یہاں موجود ہیں... جس کا جی چاہیے... چیک کرلے... چیک کرالے... لیکن ایسا کرنے کی ضرورت تو اس وقت پیش آسکتی ہے نا... جب سکھو جان کو کوئی حادثہ پیش آجائے...''

''ایسا تو نہیں ہوگا... کیونکہ آپ کی ان تیاریوں کی رپورٹ انہیں پل پل مل رہی ہے اور اس وقت ایک بالکل محفوظ مقام پر ہیں... وہاں تو انسپکٹر جمشید کا گمان بھی نہیں جاسکتا۔''

''بس تو پھر آپ لوگوں کو کیا فکر۔'' انسپکٹر جمشید نے کہا۔

''لیکن ہم چاہتے ہیں... آپ کی چال بازی کے بارے میں آج سب لوگوں کو معلوم ہو جائے... ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ یہاں جو لوگ نظر آرہے ہیں... دراصل وہ انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی نہیں ہیں... اور ہم اپنے ماہرین ساتھ لائے ہیں... یہاں آئی جی صاحب اور ڈی آئی جی صاحب موجود ہیں... ہمارے ماہرین میک اپ اتار کر یہ بات ثابت کریں گے... اور اگر آج رات سکھو جان کو کچھ ہوا... کوئی نقصان پہنچا... تو اس کی ذمے داری انسپکٹر جمشید پر ہوگی۔''

''تب تو یہ تجربہ ہو ہی جائے... ہماری طرف سے اجازت ہے۔'' انسپکٹر جمشید نے بلند آواز میں کہا۔

''تب پھر ماہرین آرہے ہیں...''

اس کے ساتھ ہی دس آدمیوں کی ایک جماعت لان میں داخل ہوئی... انہوں نے انسپکٹر جمشید کے چہرے پر میک اپ ثابت کرنے کی کوشش شروع کردی... اسی طرح باقی لوگوں کے چہروں پر بھی وہ اپنی مہارت آزمانے لگے... اب سب لوگ دعوت کو بھول کر یہ کارروائی دیکھنے میں محو ہو چکے تھے...

☆☆

اور ایسے میں ایک لانچ سمندر میں نامعلوم منزل کی طرف رواں

دواں تھی... اس پر صرف ایک شخص موجود تھا... لانچ بھی وہ خود چلا رہا تھا... اچانک اس نے لانچ روک دی... اور پانی میں کود گیا... اب وہ تیزی سے تیر رہا تھا... آدھ گھنٹے بعد وہ ایک جزیرے کے کنارے پہنچا... وہاں ایک لانچ کھڑی تھی۔ وہ آواز پیدا کیے بغیر اس لانچ پر آ گیا۔ اس نے جائزہ لیا... لانچ پر کوئی نہیں تھا... اس نے لانچ کو جوں کا توں چھوڑا... اور تیر کر جزیرے کے کنارے پر آ گیا... اب وہ سینے کے بل آگے کی طرف رینگ رہا تھا... اس کے کندھے سے ایک واٹر پروف تھیلا لٹک رہا تھا... جزیرے پر کافی آگے جا کر روشنی نظر آنے لگی... اب اس نے درختوں کی اوٹ لے کر آگے سرکنا شروع کیا... ایسے میں اس کے کانوں میں گانے کی آواز آنے لگی... اور نزدیک پہنچنے پر اس نے دیکھا... وہاں لکڑی کا ایک ہٹ بنایا گیا تھا... اس کے چاروں طرف گھاس پودے اور پھولوں کے پودے لہلہا رہے تھے... گھاس پر اس وقت چار آدمی بیٹھے تھے... ان کے سامنے شراب کی بوتلیں بکھری پڑی تھیں۔ ٹیپ ریکارڈر پر فلمی گانا لگا ہوا تھا اور وہ اس گانے کی لے پر اپنے جسموں کو حرکت دے رہے تھے... خوب نشے میں تھے... اس نے انہیں پہچان لیا تھا... یہ سکھو جان لپاڈیا اور شاہ دل برادرز تھے... وہ دل ہی دل میں مسکرا دیا... اس نے تھیلے میں سے شراب کی چند بوتلیں نکالیں اور غیر محسوس طور پر ان کی طرف لڑھکا دیں...

''یار سکھو... آج تو شراب بھی ختم ہوگئی... اب باقی رات کس طرح گزرے گی۔''

''افسوس... بے چینی اور بے قراری میں گزرے گی...'' سکھو

کی آواز ابھری۔

''نن نہیں... دیکھو... کسی بوتل میں تھوڑی بہت تو ہوگی۔'' ایک شاہ دل نے کہا۔

''نہیں ہے... پہلے ہی دیکھ چکا ہوں۔'' سکھو کی آواز سنائی دی۔

''نشے میں ساری بوتلیں خالی ہی نظر آتی ہیں... میں دیکھتا ہوں۔''

اب وہ بوتلیں الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا... اس کی دیکھا دیکھی باقی تین نے بھی یہی کام شروع کر دیا... اور اس طرح وہ ان بوتلوں تک پہنچ گئے... اچانک ایک شاہ دل نے کہا:

''دیکھا... اس میں شراب موجود ہے۔''

''اور اس میں بھی۔'' دوسرا بول پڑا۔

اب تو وہ شراب پر بھوکوں کی طرح ٹوٹ پڑے... اور شراب غٹ غٹ کی آواز کے ساتھ ان کے حلق سے نیچے اترنے لگی... اس طرح وہ اس کی سرکائی ہوئی بوتلیں بھی صاف کر گئے... ان کی حالت مدہوشی کی ہوگئی...

''ہوش میں آجاؤ سکھو... تمہاری موت تمہارے سر پر آچکی ہے۔''

سکھو نے یہ آواز سن کر آنکھیں کھول دیں... پھر غرا کر بولا:

''یہ کیا شاہ دل... تم... تم مجھے موت کی دھمکی دے رہے ہو۔''

''نہیں سکھو! یہ آواز ہم میں سے کسی کی نہیں تھی۔''

''تب پھر یہ آواز کس کی تھی... یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے...

اس جزیرے کے بارے میں تو میرے ایک خاص آدمیوں کے سوا کسی کو بھی معلوم نہیں ہے... اور تم لوگوں کو تو میں پہلی بار یہاں لایا ہوں... وہ بھی اس خیال سے کہ کہیں انسپکٹر جمشید کسی طرح تم تک نہ پہنچ جائیں... بلکہ میں نے تم لوگوں کو فی الحال یہیں رکھنے کا پروگرام بنایا تھا... اور تم مجھے ہی دھمکی دے رہے ہو...''

''نہیں سکھو تم تو ہمارے سب سے بہترین دوست ہو... ہم تمہیں کیوں ہلاک کریں گے... ہم تو خود تمہاری پناہ لیے ہوئے ہیں... ہم پر تو تمہارا احسان ہے... سکھو... اور یہ سب کام خراب ہوا شیخ اسرار کی وجہ سے... اس نے آپ کی اور ہماری خفیہ باتیں سن لی تھیں... آیندہ الیکشن میں ہمیں جو گڑبڑ گھٹالے کرنے ہیں... ان سب کا حال اسے معلوم ہو گیا تھا... لہٰذا اسے ختم کرنے کا پروگرام بنایا گیا اور اس طرح ہم نے اپنی ایجاد کردہ کھڑکی کے ذریعے کام لے کر اس کے قتل کو خودکشی کا رنگ دے دیا... اب ہمیں کیا معلوم تھا... اس کیس میں انسپکٹر جمشید کود پڑیں گے... اس کی وجہ سے ہمارے راستے میں یہ پریشانی آئی ہے... لیکن خیر... ہم نے اس کا بھی کانٹا نکلوا ہی دیا ہے... اب اسے ملازمت پر بحال نہیں ہونے دیں گے۔''

''ایسا نہیں ہوگا۔''

ایک آواز ابھری... انہوں نے چونک کر دیکھا... ایک سیاہ پوش ان کے سامنے کھڑا تھا... اس کے ہاتھ میں ایک خوفناک پستول تھا...

☆☆☆

سیاہ پوش

میک اپ چیک کرنے والے ماہرین ان کے چہروں پر عجیب و غریب سلوشن استعمال کر رہے تھے... اپنا پورا زور صرف کر رہے تھے... ان کا مقصد صرف اتنا تھا کہ ثابت کر دیں، انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی تو یہاں ہیں ہی نہیں... وہ تو سکھو جان کی تلاش میں گئے ہوئے ہیں... اور یہاں تو نقلی انسپکٹر جمشید اور ان کے نقلی ساتھی موجود ہیں... اور یہ سارا چکر انہوں نے اس لیے چلایا کہ سکھو کو ختم کر دیں اور کوئی ان پر شک بھی نہ کر سکے کہ انہوں نے یہ کام کیا ہے... ان کی اپنے گھر میں موجودگی کے بے شمار گواہ موجود ہوں گے...

یہی وجہ تھی کہ دعوت میں موجود سب لوگ پوری توجہ سے ان کی طرف دیکھ رہے تھے... جلد ہی انہوں نے ماہرین کے چہرے ست پڑتے دیکھ لیے... آخر وہ بولے:

''نہیں جناب! یہ لوگ میک اپ میں نہیں ہیں... بالکل اصلی انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی ہیں۔ اس میں ایک فیصد بھی شک نہیں رہ گیا... ہم اس کام کے ماہر ترین لوگ ہیں... ہماری مہارت کو عدالتیں بھی

مانتی ہیں... ہم نے اس سلسلے میں بہت سرٹیفکیٹ حاصل کیے ہیں... ''

''اس... اس کا مطلب ہے... سکھو جان کا خیال بالکل غلط نکلا... اس کا خیال تھا کہ انسپکٹر جمشید اپنے اور اپنے ساتھیوں کے میک اپ میں دوسرے لوگوں کو گھر میں چھوڑ کر اس کی تلاش میں نکلے گا... اور اس کے آدمی ان لوگوں کا پول کھول کر رکھ دیں گے... لیکن ایسا نہیں ہوا... چلو ہم چلیں... اور سکھو جان کو بتائیں... اس کا خیال غلط نکلا۔''

''اب آپ ایسے نہیں جاسکتے۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''کیا مطلب... تو کیسے جائیں گے۔''

''ہم نے اپنے چہروں پر تجربات کرنے پر بالکل اعتراض نہیں کیا... آپ بھی اپنے سرٹیفکیٹ والے لیٹر پیڈ پر تحریر لکھ کر دیں... جس وقت آپ نے چیک کیا... یہاں اصل انسپکٹر جمشید اور ان کے تمام ساتھی موجود تھے۔''

''ٹھیک ہے... ہم لکھ کر دینے کے لیے تیار ہیں۔'' وہ بولے۔

انہوں نے ان سے تحریر لے لی... اس کے بعد دعوت شروع ہوئی اور وہ بے فکری کے عالم میں مہمانوں کی خاطر مدارت میں لگ گئے... رات گئے تک یہ پروگرام جاری رہا... پھر فجر کے وقت مہمان رخصت ہوئے... انہوں نے پہلے فجر کی نماز باجماعت ادا کی... اور پھر گھر آ کر سو گئے...

دن کے ٹھیک گیارہ بجے ان کی آنکھ کھلی۔ فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔

☆☆

وہ اسے دیکھ کر بُری طرح اچھلے... چاروں کے ہاتھ سر سے بلند ہو گئے:

''کک... کون... کون ہو تم؟'' سکھو جان نے کہا۔

''تمہاری موت۔'' سیاہ پوش بولا۔

''نام بتاؤ۔''

''دشمن... تم سے شیخ اسرار کے خون کا بدلا لینا ہے... تمہی نے قتل کیا ہے نا اسے۔''

''ہاں کیا ہے... اس نے ہم چاروں کی خفیہ بات چیت سن لی تھی... الیکشن میں ہماری کیا کچھ تیاریاں ہیں... کیا کچھ پروگرام ہیں... ہمیں کیا کیا گڑبڑ گھٹالے کرنے ہیں... یہ سب پروگرام اس نے سن لیے تھے... لیکن ہمیں اس کا پتا چل گیا تھا... بس ہم نے اسے ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا... اس قسم کے مقاصد حاصل کرنے کے لیے ہم نے ایسی سلاخوں والی کھڑکیاں لگوا رکھی ہیں کہ ضرورت کے وقت وہ ہمارے لیے راستہ بن جائیں... سیاست میں بہت کچھ کرنا پڑتا ہے... اب تم بتاؤ... تم کون ہو۔''

''پہلے تم یہ بتاؤ... وہ کون تھا... جو موٹر سائیکل پر فرار ہو رہا تھا... اور ڈگمو گینگ کے لوگ اس کے پیچھا کر رہے تھے۔''

''وہ... وہ شیخ اسرار کا دوست تھا... شیخ اسرار نے اس سے ملاقات کر کے یہ بتایا تھا کہ اسے ڈر ہے... اسے قتل کر دیا جائے گا... اگر ایسا ہوا تو میرا قاتل سکھو ہو گا... یہ بات ہم نے شیخ اسرار سے معلوم کر لی تھی... لیکن اس کا دوست ہمارے ہاتھ نہیں لگ سکا... لیکن ہم بھی اسے تلاش کر کے رہیں گے... وہ بھی ہمارے ہاتھوں بچ نہیں سکے گا... اور رہ گئے تم... اس پستول کو جیب میں رکھ لو... ہم ایسے کھلونوں سے ڈرنے والے نہیں ہیں... اپنے پیچھے دیکھو... آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائے گا۔

سیاہ پوش نے پرسکون انداز میں پیچھے دیکھا... وہاں چار
لمبے تڑنگے آدمی اس پر پستول تانے کھڑے تھے... اس نے آؤ دیکھا نہ
تاؤ... ان پر فائرنگ کر دی... ان کے شاید گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی
کہ وہ ایسا کرے گا... لہٰذا وہ گرتے چلے گئے:

''یہ تو گئے کام سے... اب تم بتاؤ... تمہارا کیا پروگرام
ہے۔'' سیاہ پوش غرایا۔

''نن... نہیں۔'' وہ پہلی بار خوف کے عالم میں چلائے۔

''لو تم بھی جاؤ...''

یہ کہہ کر اس نے ٹریگر دبا دیا... لیکن پستول سے کوئی گولی نہ نکلی...

''ارے! یہ کیا... گگ... گولیاں... ختم ہو گئیں۔'' وہ
مارے گھبراہٹ کے بولا۔

''ہاہاہا... ہاہاہا۔'' چاروں بری طرح قہقہے لگانے لگے...
پھر ان کے ہاتھوں میں پستول نظر آئے۔

''اب تم بچ کے کہاں جاؤ گے...''

''نن... نہیں...'' سیاہ پوش نے لرزتی آواز میں کہا اور پھر وہ گر
کر ایک سمت میں لڑھک گیا... ادھر سکھو نے اس پر فائر کر دیا... وہ بلا کی رفتار
سے اچھلا اور اس کی گولی سے صاف بچ گیا... اس نے دوسرا فائر کرنے کے
لیے ہاتھ سیدھا کیا... اس کے ساتھ ہی سیاہ پوش پھر اچھلا اور شاہ دل برادرز
میں سے ایک کو زوردار انداز میں دھکا دیا... سکھو کے پستول سے نکلنے والی
گولی شاہ دل کو لگی... اس کی بھیانک چیخ نے جزیرے کو لرزا دیا...

''یہ کیا کیا سکھو... تم نے ہمارے بھائی کو مار ڈالا... لو پھر تم

بھی جاؤ... یہ کہتے ہی انہوں نے سکھو پر اور سکھو نے ان پر فائرنگ
کر دی... آن کی آن میں تینوں اپنے ہی خون میں رنگے گئے...

سیاہ پوش ان کے تڑپتے جسموں کو دیکھتا رہا... یہاں تک
کہ وہ ساکت ہو گئے... اس نے ان کے مرنے کا پوری طرح یقین کرنے
کے لیے ان کی نبض وغیرہ چیک کی... پھر سیدھا ہو کر بڑبڑایا:

''سب دوسری دنیا کے سفر پر روانہ ہو گئے...''

یہ کہتے ہوئے اس نے اپنا پستول ایک شاہ دل کے پاس ڈال
دیا۔ جزیرے پر ریت ہی ریت تھی... وہاں کسی قسم کے نشانات باقی رہنے
کا کوئی امکان ہی نہیں تھا۔

جلد ہی وہ اپنی لانچ کی طرف تیر رہا تھا۔

☆☆

''سر! آپ کے حکم کی تعمیل کر دی گئی... سامان پہنچا دیا گیا...''
خفیہ فورس کے انچارج کی آواز سنائی دی... جواب میں انہوں نے کہا:

''شکریہ میرے دوست... بہت بہت شکریہ۔''

یہ کہتے ہی انہوں نے فون بند کر دیا... دوسرے دن کے
اخبارات کی خبریں انتہائی سنسنی خیز تھیں... ان خبروں میں سکھو جان کے
شاہ دل برادرز کے ہاتھوں مارے جانے کی تفصیلات تھیں... ساتھ ہی
سکھو جان کی فائرنگ سے شاہ دل برادرز کے مارے جانے کی خبریں
تھیں... اور اسی آپس کی فائرنگ کے نتیجے میں سکھو جان کے چار محافظوں
کے ہلاک ہونے کی خبریں تھیں... اس جزیرے کے بارے میں لکھا تھا کہ
وہ ہر ہفتے وہاں ضرور جاتا تھا... اس کے چند خاص دوست اس کے ساتھ

ہوتے تھے... اور یہ بات اس کی جماعت کے بہت سے لوگوں کو معلوم تھی۔

پوری خبروں میں کہیں بھی انسپکٹر جمشید پر کہیں بھی شک کا اظہار نہیں کیا گیا تھا... یہ خبریں پڑھ پڑھ کر وہ مسکراتے رہے... ایسے میں ایک فون انہیں موصول ہوا... انہوں نے فون سنا تو دوسری طرف سے کوئی کہہ رہا تھا:

''میرا نام سرفراز غالب ہے... میں ہی وہ شخص ہوں جس سے شیخ اسرار نے ملاقات کی تھی۔ میں اس کا دوست تھا... اس نے مجھے بتایا تھا کہ وہ خطرہ محسوس کر رہا ہے... شاہ دل برادرز یا سکھو جان مجھے جان سے مار ڈالنے کی کوشش کریں گے... اگر ایسا ہوا تو یہی لوگ میرے قاتل ہوں گے۔''

''آپ کا شکریہ... کیا آپ نے اخبارات پڑھے ہیں۔''

''جی ہاں!''

''اب آپ کے پاس کوئی راز کی بات نہیں رہ گئی... نہ اب آپ کو مار کر کسی کو کوئی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے... لہٰذا آپ بے فکر ہو کر اپنے گھر آ جائیں... اپنا کام کاج کریں... بس کسی کو یہ نہ بتائیں آپ وہ شخص ہیں جس سے شیخ اسرار نے ملاقات کی تھی۔''

''جی اچھا... آپ نے میرے سر سے بہت بڑا بوجھ اتار دیا... میری الجھن ختم کر دی۔''

''چلیے ٹھیک ہے...''

فون بند کر کے وہ ان کی طرف مڑے... انہیں اس کے بارے میں بتانے کے بعد بولے:

''لو بھئی... اب یہ کیس مکمل طور پر تمام ہوا...''

ابھی انہوں نے یہ جملہ کہا تھا کہ آئی جی صاحب کا فون آگیا۔

وہ کہہ رہے تھے:

''جمشید! تم صبح سے اپنی ڈیوٹی پر آ رہے ہو... تمہارا استعفیٰ نامنظور ہو گیا ہے...''

ان کے چہروں پر مسکراہٹیں تیر گئیں۔

--------☆☆☆--------